

مفت اربعین

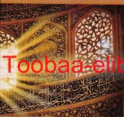


تالیف
فیضی عبد اللہ دانش
خطاطہ
خطیب مسجد الہدیہ دیوبند

ترتیب و تخریج:

میان طاہر
ایڈیٹر ایوارڈ صوت الحرمین

مکتبہ المدینہ
فیصل آباد پاکستان



Toobaa-elibrary.blogspot.com

متن اربعین حسین

رضی اللہ عنہ

تالیف: فضیلۃ الشیخ عبداللہ دانش

ترتیب و تخریج: میاں طاہر

پیشکش: طوبی ریسرچ لائبریری

toobaa-elibrary.blogspot.com

فہرست

13

17

18

21

22

24

24

25

25

26

26

29

29

30

32

34

35

36

کلمہ

فہرست

تحریر نکات

محمد حسین کی برتری مولانا حالیؒ کی نظر میں

اپنی کزوریوں پر نظر اصلاح کرواتے ہے

اصحابہ کلیمہ عدل

سچا پر کام ہونے کے بارے میں

ظلمات راشدہ کے بعد

موجودہ و کھراں میں بڑے معیار عدالت پر نہیں ہو سکے

روایت بڑے پر محمد حسین کا مکمل بائیکاٹ

مستورہ کج پر ہذا

ایمانچہ

کلیات اقبال فارسی موزون تنویدی

تقریب اشعار

نوٹ

حدیث 1 شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر تبصرہ اسلام علیہ السلام

تقریب

حدیث 2

مجموعہ محفوظات جمع حقوق

ناشر ————— محمد جاوید ناصر

اجتہاد ————— مولانا محمد رفیع دانش مدظلہ

چاپش ————— سعید اقبال طاہر

طابع ————— محمد سلیم پور ایشیوم

ترجمین ————— طاہر طاہر

کیوزنگ ————— سیرت الدین حسین الاسلامی

الہدیین الدین ————— اکتوبر 2013ء

کتاب دست کی ترویج و اشاعت کیلئے

مصروف میل

سیرت الدین حسین الاسلامی

فیصل آباد پاکستان

Cell: +92-314-3010777

alharain777@gmail.com

www.alharain.org

www.youtube.com/alharain

37

18 حدیث [3] عقل حسین کی مثل حضور مولا علیہ السلام کو کھادی کی تھی۔

39

19 حدیث [4]

39

42

20 تخریج اعدا و عدا بعد از گداز

42

21 حدیث [5] دو جنگی امام باقر علیہ السلام نے لڑی۔

45

22 تخریج

47

23 سر مبارک شہر پر شہر ادا کیا

48

24 صرف مہر و مہر نہیں، بلکہ مہر و مہر میں بھی کہتے ہیں

50

25 محمد بن کے بعد مہر بن

52

26 امام ابن عباس علیہ السلام کا موقف

53

27 علامہ ابن عباس علیہ السلام کا نام حسین علیہ السلام کے لئے دوست قرآن حسین

54

28 حدیث نمبر

55

29 امام حسین علیہ السلام کیوں نکلے جبکہ بعد از انش روک رہے تھے؟

57

30 قاتل حضرت مکرور بن ابی، بیاد حضرت علیہ السلام کا شہرہ رخش

57

31 امام جعفر علیہ السلام یہ روایت بیان کرتے ہیں

59

32 حدیث [7]

60

33 حج حدیث کے قاضی حسین علیہ السلام

61

34 امام ابن عباس علیہ السلام کا سبیل کردار

62

35 مظلوم مہر و مہر میں مصلحت

36 امام ابن عباس علیہ السلام کو یہ کردار عزیمت کہاں سے نصیب ہوا؟

63

37 علامہ ابن عباس علیہ السلام یہ حدیث بھی لکھے ہیں

63

38 حدیث [8]

63

64

39 بصیرت کیا ہے؟

66

40 قاتل حسین علیہ السلام کی روایت حدیث

68

41 حدیث [9] قدردان حسین علیہ السلام کا روقی اعظم علیہ السلام

69

42 حدیث [10] فاروقی اعظم علیہ السلام کا اعدا و عدا

71

43 تخریج

74

44 حدیث [11] حضرات حسین علیہ السلام اور حضرت جعفر علیہ السلام

74

45 حدیث [12] حضور اکرام علیہ السلام کی ایک ہی گل میں ہوں گے

77

46 تخریج

78

47 حدیث [13] احرام حسین علیہ السلام اور نعمان بن مقرن علیہ السلام

79

48 تخریج

79

49 رومی صبا کی مائش

81

50 بے جا دیا گواہی کو نرسانہ زیادتی

82

51 حدیث [14] حسین علیہ السلام کیلئے شفقت و مہر مہر

83

52 حدیث [15]

83

53 حدیث [16] حسین علیہ السلام کیلئے جنت کی بشارت

85

54 مختصر و مفاد

55 امت کی بربادی قریشی لوگوں سے

88

88

89

90

90

92

92

93

95

95

97

98

99

100

100

102

102

104

105

56 حدیث 107 کہاں خون شہید اس؟ کہاں جگر کا کبہ؟

57 تخریج

58 حضرت ابن عمرؓ کی بیعت بڑے کیلئے

59 تخریج

60 بیعت اور رشوت

61 غلام لوطی حبیب کی تخریج حدیث

62 بیعت ابن عمرؓ پر امام شافعیؒ بیعت کا حوالہ

63 ابن عمرؓ کا کچھتوا

64 امام سمن سنن کو اوداع کہتے وقت ابن عمرؓ کے جذبات

65 تکراروں کی خوشامد منافقت ہے

66 حدیث 98 روئے زمین پر افضل ترین اہل بیت

67 ہیرو اور زیرو Hero and Zero

68 حدیث 100 قول محمد بن ابراہیمؒ بیعت

69 تخریج

70 دور حاضر کی مثالیں

71 حدیث 102 ابن عباسؓ کی تہذیبی

72 تخریج

73 حدیث 102

74 حدیث 104 لعنت کے متعلق لوگ

106

106

108

108

109

111

114

114

115

117

118

120

120

121

121

123

125

125

126

75 تخریج

76 اس کج حدیث کی روشنی میں

77 حدیث 108 حسینؓ کی شیطان سے طاعت الہی

78 تخریج

79 تخریج

80 حدیث 114 حسینؓ اور لا وکھبر ہیں

81 حدیث 114 رافعتؓ سمن سنن

82 تخریج

83 اس حدیث میں 11 (2) اہم چیزیں

84 حدیث 118 امامؓ کا بیان انہماک سے شہادت سن کر کچھ نہ کہنا

85 تخریج

86 حدیث 120 خلافت راشدہ کے مخالف بدترین بدعتی ہیں

87 تخریج

88 حدیث 121 تخریج مزید کے لئے کتاب پڑھنی ہے یہ حدیث بھی ملے ہیں

89 ان کج احادیث کی روشنی میں

90 حدیث 125 گدا و بزرگواروں میں احترام سمن سنن

91 حدیث 125 ہم سوارانِ جمہور

92 تخریج

93 قاتلین سمن سنن کی روایت حدیث مراد ہے

128

94 حدیث (۱) عیان حسینؑ محبوب خدا ہیں

128

129

95 معیار روایت

131

96 تخریج

131

97 حدیث (۱) ایسا اے ظالمین! میرا چچ! ایسا اے ظالمین! میرا چچ! ہے

132

98 تخریج

134

99 طحا کا شفا مت

135

100 اصل سید

136

101 جعلی سید

137

102 دوسرا واقعہ

138

103 رَأَى أَفْطَحُ بْنُ الْكُوفَةِ

141

104 حدیث (۱) صرف حسینؑ ہی کیوں تھے؟

142

105 مہماندہ کی طرف سے (2) بیٹے امام حسینؑ کے گمراہ شیعہ ہوئے

143

106 حدیث (۱) لعاب و تہیہ، حسینؑ کی منہ میں

145

107 تخریج

147

108 حدیث (۱) حسینؑ کی ناز و برہاں

147

109 حدیث (۱)

148

110 تخریج

149

111 بعض لوگ بچوں سے گھر کی چادر چوری کے اندر ہی ہمت کرتے ہیں

149

112 حدیث (۱) معرفت مہماندہ نے مایہ ناز حبش شہادت حسینؑ پر بھی

149

113 معیار روایت

151

114 صرف اصل روایت ہی کیوں راوی ہیں؟

152

115 حدیث (۱) اہل بیت کی شہادت اور پاکیزگی

155

116 حدیث (۱) خود بخیر (اسلام) حسینؑ کی ساری ہے

156

117 تخریج

157

118 جسم و تہیہ و تہیہ با عث رمت

158

119 حدیث (۱) حسینؑ منزل معلوم پر

158

120 تخریج

159

121 حدیث (۱) کرامت حسینؑ کا کردار

160

122 یہ مثال عطا است حسینؑ

161

123 امام حسینؑ کی عاجزی اور انکساری

162

124 شجاعت حسینؑ

163

125 تخریج

164

126 اٹھائے حسینؑ بکسور حق تعالیٰ

165

127 تخریج

167

128 مہمان کرام کا نشان اہل بیت میں نذرانہ شہادت

0092-0314-3010777

alharain771@gmail.com

www.alharain.org

www.youtobe.com/alharain

HAKKAZ

Al-Harain-ul-Islami

سید الشہداءؑ

انٹرنیٹ

حسین

رضی اللہ عنہ



میدانِ طاعش

میدانِ طاعش
سبز الحسین الیاس
فیصل آباد

کلمہ

تاریخ عالم بالخصوص تاریخ اسلام میں حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کی ذات، شخصیت اور کردار کی اہمیت متنازعہ بیان نہیں۔ عہدِ زریں یعنی خلافتِ راشدہ کے بعد جس اہم اور عظیم ترین واقعہ نے اسلام کی فکر، سیاسی، سماجی اور دینی حیثیت پر سب سے زیادہ اثر ڈالا۔ وہ میدانِ کربلا میں امام عالی مقام کی عظیم شہادت ہے۔ امام عالی مقام کی شہادت ایک ایسا المناک اور درد انگیز واقعہ تھا کہ امتِ مسلمہ میں اس سے افسوس بھانے کے باوجود آج بھی اس کی شہادت پر آنے والی افسردہ اور غمناک ہے۔ سیکڑوں برس گزر جانے کے باوجود آج بھی اس واقعہ کی یاد اور غم تازہ ہے۔

بقول امام المہدی ابو الکلام آزاد رضی اللہ عنہ "امام حسین علیہ السلام کے جسمِ خوشنکاح سے دشتِ کربلا میں جس قدر خون بہا تھا اس کے ایک ایک قطرہ کے بدلے دنیا خشک پائے ماقمِ عالم کا ایک سیلاب بہا بھی ہے۔"

شہادتِ امام حسین علیہ السلام امتِ مسلمہ کے لئے ایک عظیم درس ہے۔ اگر بارِ بیتِ کا نظریہ یہ ہیں ہے جو اقوام عالم میں قتلا اور کھلاسی ہیں۔ کہ جنگ جیتنے والا ہی فاتح، غائب اور ماضی نکران ہوتا ہے اور ہارنے والا مغلوب، مغلوب اور باقی شمار ہوتا ہے۔ لیکن یہ نظریہ "کربلا" کی جنگ میں قلعہ نظر آتا ہے۔ "میدانِ کربلا" میں بیتِ مغلوب اور فتح تو یزیدی سپاہ کی ہوئی تھی۔ جب کہ بارِ جبریت اور شہادتِ سیدنا امام حسین علیہ السلام اور ان کے چائے راستیوں کے حصے میں آئی تھی، لیکن حق اور سچ یہ ہے کہ امام عالی مقام شہادتِ بارِ کربلا کے بعد امتِ مسلمہ اور دینی دنیا تک کے لئے عزم و استقلال کی علامت بن کر آج مسلمانانِ عالم کے دلوں کی دھڑکن ہیں۔

جب کہ ظاہری طور پر "میدانِ کربلا" کا معرکہ سر کرنے والا اور بیتِ کا جشن منانے والا آج بھی کلامِ مسلم میں خاکی طرح کھٹکتا غزوت اور جبریت کی علامت ہے۔ تاریخ کا سچ ہمارے قلعہ و قلاع اور لوگوں کے کردار و ماضیوں سے لگے جیسے بکھر چکے ہوتا ہے۔ یہ حقیقت کسی کی سمجھ

ہوایں خلیفہ وراثت دور ایک داعیہ و مقلیدہ مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے شہید قائم رہے ہیں۔ یہ شہر ملی فکری، اصلاحی اور تاریخی کتب کے صنف و نولف ہیں۔ روایت وراثت کے ساتھ ساتھ علم تاریخ پر بھی بڑی بار کس اور کئی نظر رکھتے ہیں۔ دہلی اور ہندوستان میں بہت سی اہل بیت ہے یہ تمام حقیقت رکھتے ہیں۔ آل بیت کی محبت کو اسلامی تقاضا و باطنی زندگی کا حاصل نہیں ہے۔

ہوایں خلیفہ وراثت دور نے بڑی محبت اور عرق ریزی سے مستعد اور معتبر روایات کا سہارا لیتے ہوئے ذخیرہ کما وراثت سے نبی کریم ﷺ کی اپنے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق چالیس (40) صحیح احادیث مبارکہ کا مجموعہ "اربعین نام حسین علیہ السلام" کے نام سے عرب کیا ہے اور بڑے بڑے تسلط و انداز میں امام حسین علیہ السلام کی شخصیت اور کردار کو بڑے ہی باوقار انداز میں پیش کیا ہے۔ اس ضخیم کوشش پر ہم سب ہوایں خلیفہ وراثت دور کے شکر گزار و معجزانہ احسان اور دعا گو ہیں کہ اللہ ﷻ ہوایں خلیفہ وراثت دور کے عظیم اور عمریں برکت عطا فرمائے۔

آخر میں میں ﷺ پاکستان کی طرف سے اس عظیم کتاب کی طباعت و اشاعت میں امریکہ میں مقیم ہوایں خلیفہ وراثت دور کے شہداء اور اسحاقی حبیب اللہ اور دیگر احباب کا شکر گزار ہوں جن کی محبت و معاونت اس عظیم کتاب "اربعین نام حسین علیہ السلام" کی طباعت و اشاعت کا باعث بنی۔ اللہ ﷻ ان کی حسرت کو قبول و منظور فرمائے اور اس کتاب کو ہوایں خلیفہ وراثت دور اور کارکنان ﷻ کے لئے دوا و دوا و درہم نجات بنائے۔

آمین یا رب العالمین!

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ وَّ عَلَیْ آلِهِ وَآخِہِہٖ وَسَلَّمَ

ایضاً

مہیاں طاہرہ

سکسٹریٹسٹین لائبریری

فون: 0300-4334-3011/777
0300-4334-3011/777
www.ahabooks.org
www.ahabooks.org

پیش لفظ

ساری کائنات کا کلام رسول پر چل رہا ہے اور اسے چلانے والا واحد اللہ تعالیٰ ہے۔

قَدْ عَلَّمَ اللّٰهُ لَنَا الْاَلَاءَ الْاَوَّلٰہُ وَالْاٰخِرٰہُ وَفَلْيَحْذَرُوْا اَنْ یُّکُوْنُوْا الْعِلْمَ قَابِیْۃً
بِالْفِیْضِ (ال عمران: 18)

"اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور (جس شہادت) فرشتوں اور سب اہل علم نے بھی دی ہے۔ وہ انصاف پر قائم ہے۔"

اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تُوَدُّوْا الْاَوْلٰدَہِہٖ اِلَیْ اَعْلٰہِہَا وَاِذَا اَحْکَمْتُمْ
بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ (النساء: 58)

"مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ انہیں اہل امانت کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔"

وَتَشْتَ حَکَمْتَ رَبَّنَا صِدْقًا وَعَدْلًا (الانعام: 115)

"تمہارے رب کی بات سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے۔"

اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (النحل: 90)

"اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔"

وَالْوَعْدُ لَا تُغْدِلُ بَیْنَکُمْ (الشوری: 15)

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔"

تشریحی نکات

ساری موجودات کا خالق، جب عادل ہے تو وہ مسلمانوں کو بھی اسی عدل یا نبی کا حکم دیتا ہے۔ پھر انسانوں کی راہبری کے لئے جسے اپنا عقیدہ مقرر کرتا ہے، اسے بھی عدل و انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ علاوہ انہیں اور بھی کافی قرآنی آیات اس موضوع پر موجود ہیں۔ لہذا عقیدہ اسلام ﷺ نے خدا کی احکام کی روشنی میں، اسی نظام عدل کو قائم کیا اور معاشرے سے ہر ظلم و بربریت کو دھس نکالا دیا۔ پھر اسی نظام عدل و انصاف کو چاروں خلفاء راشدین نے مزید آگے بڑھایا۔ ظلم کی جہلی میں پسے والی انسانیت نے سکھ کا سانس لیا۔ معاشی خوشحالی اور احترام انسانیت کا سنہرا دور آیا۔

[1] خلافت کے لئے حضرت ابو بکر علیہ السلام نے اپنا نام پیش نہ کیا تھا نہ اس کی

خوابش کی تھی۔ زبردستی لوگوں نے بیعت کر کے خلیفہ بنالیا۔

[2] حضرت عمر علیہ السلام نے نہ خود اپنا نام پیش کیا، نہ خوابش کا اظہار کیا۔

ابو بکر علیہ السلام نے لوگوں کے مشورے سے مقرر فرمایا۔

دونوں خلفاء نے خدا سے ڈرتے ہوئے اور سب سے بڑے ایام خلافت

پورے کئے اور مسلمانوں کے بیت المال کو مالا مال کر دیا۔ نہ اپنے

محلات، نہ اپنے نا پانی، اولاد کا کچھ بنایا، وقت رحلت انسا مقرر نہیں لگے۔

[3] اسی طرح حضرت عثمان علیہ السلام دو ختمہ ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں کو

نوازتے رہے۔ اپنی ذات کے لئے بیت المال سے کچھ نہ لیا۔

[4] چوتھے خلیفہ حضرت علی علیہ السلام باطل درویش لگے، دنیا سے بیزار

آخرت کے طلبگار، نہ خلافت کی تمنا کی، نہ اپنا نام پیش کیا۔ لوگوں

نے سرعام مسجد میں پکڑ کر بیعت کر لی۔ شہادت حیدر علیہ السلام کے بعد،

مختصر مدت کے لئے حضرت حسن علیہ السلام کی بیعت لوگوں نے کر لی۔ مگر

انہوں نے خود نام پیش نہ کیا، نہ اس کی آرزو کی۔

یہ تھے مسلمانوں کے حقیقی خلفاء راشدین، جن کے بارے میں فرمان

توفیق ﷺ تھا۔

علامہ ناصر الدین البانی علیہ السلام یہ حدیث لائے ہیں۔

قَالَ: اَلْخِلَافَةُ لَالْحَقِّ لِمَنْ سَلَّمَ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ بَعْدَ ذَلِكَ مَلَكًا

آپ ﷺ نے فرمایا: "خلافت تیس (30) سال رہے گی۔ پھر یہ

بادشاہت میں بدل جائے گی۔"

آگے علامہ البانی علیہ السلام راوی حدیث حضرت سفینہ علیہ السلام خادم رسول ﷺ کی

تفصیل لکھتے ہیں:

ابو بکر علیہ السلام کی خلافت دو (2) سال

عمر علیہ السلام کی خلافت دس (10) سال

عثمان علیہ السلام کی خلافت بارہ (12) سال

علی علیہ السلام کی خلافت چھ (6) سال رہی۔

یعنی 2+10+12+6 = کل 30 سال

علامہ البانی علیہ السلام مزید لکھتے ہیں:

قَالَ سَعِيدٌ: قُلْتُ لِرَأْسِ أُمِّةٍ يَزْعُمُونَ أَنَّ الْخِلَافَةَ فِيهِمْ

قَالَ: كَذِبٌ بَنُو الزُّوْلَمَاءِ بَلْ هُمْ مُلْكُوكَ مِنْ خَيْرِ الْمُلْكُوكِ

"سعید نے حضرت سفینہ علیہ السلام سے کہا: بنو امیہ دعویٰ کرتے ہیں کہ

خلافت ان میں ہے۔ سفینہ علیہ السلام نے فرمایا: بلیٰ آنکھوں والی کے بچے

جھوٹ بولتے ہیں، بلکہ وہ بدتر ہیں بادشاہوں میں سے ہیں۔"

آگے البانی علیہ السلام قول امام احمد علیہ السلام حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

مَنْ لَمْ يَرْغَبْ بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَهُوَ أَهْلٌ مِنْ حِمَارِ أَهْلِهِ
 "خلافت میں، جو حضرت علی علیہ السلام کو چوتھا خلیفہ نہیں مانتا، وہ اپنے
 گھریلو گدھے سے بھی زیادہ گمراہ اور احمق ہے۔"

آگے البانی بیٹا فرماتے ہیں۔ حضرت حسن علیہ السلام کے متبردار ہونے سے، حضرت
 معاویہ صیر ہوئے مَوْهُوُ كَوْلِ الْمُؤَلَّوِیْہِ "پادشاہی انعام کے پہلے بادشاہ قرار پائے۔
 آگے علامہ البانی بیٹا مرید آخر حدیث کے نام لائے ہیں، جنہوں نے اس
 حدیث کو قوی کہا ہے۔

• امام احمد • امام ترمذی • ابن جریر طبری • ابن ابی ماسم • ابن حبان • الہکم
 • ابن تیمیہ • الذہبی • العسقلانی۔

نیز فرماتے ہیں: اہل علم جو علم حدیث کی معرفت رکھتے ہیں، انہوں نے اس
 حدیث کو صحیح کہا ہے۔ بھڑا آگے لکھتے ہیں۔ میں نے بعض متاخرین کو دیکھا، جنہیں علم حدیث
 میں راجح علم نصیب نہیں، انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔

وَمِنْهُمْ ابْنُ خَلْدُونِ الْمَوْرُوحِ الشَّهْرَانِي مِنْ سَائِرِ مَشْهُورِ تَارِيخِ دِيَارِ ابْنِ
 خَلْدُونِ ہے، بھڑا آگے کے پیچھے گناہن عربی نے الامام حسن القوام میں فرمادیا۔

وَهَذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ يَهْدِيهِ حَدِيثٌ صَحِيحٌ نَحْنُ نَحْنُ (ص 201) ہمارے پاس
 جو نسخہ ہے اس کا صفحہ نمبر 160 اس لئے ہماری استدعا ہے کہ تاریخ دین اسے معتبر
 نہیں ہیں، جیسے ماہرین حدیث ہیں۔

لِذَا مَشَاهِرُ أَصْحَابِہِ پر مؤرخین نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ یہ سب صرف
 محدثین کرام کے سر ہے۔ جو سچے عاشقان رسول ﷺ تھے۔ جنہوں نے حدیث کے
 بارے میں معمولی علمی خیانت بھی نہیں کی ہے۔ بلکہ نظم برداشت کے اور حدیث رسول ﷺ
 پر حرف نہیں آنے دیا۔

محدثین کی برتری، مولانا حالی بیٹا کی نظر میں

گروہ ایک جو یا تھا علم نبی کا
 لگایا پتا جس نے ہر نفی کا
 نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب فنی کا
 کیا قافیہ نگ ہر مذہبی کا
 کئے جرح و تعذیل کے شمع قانون
 نہ چلنے دیا کوئی باطل کا انہوں
 اسی وطن میں آساں کیا ہر سفر کو
 اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو
 سنا خازنِ علم دیں جس بشر کو
 لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو
 پھر آپ اس کو پکھا کسوٹی پہ دکھ کر
 دیا اور کہ، خود مزہ اس کا چکھ کر
 کیا فاش راوی میں جو عیب پایا
 مناقب کو چھانا مثالب کو تاپا
 مشائخ میں جو قبح نکلا بتایا
 ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
 طلسمِ دروغ ہر مقدس کا توڑا
 نہ نمٹا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا
 رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر
 گواہ ان کی آزادی کے ہیں نیکر

نہ تھا ان کا احساس یہ اک اہل دین پر
وہ تھے اس میں ہر قوم و ملت کے رہبر
لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے
تائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے؟

اپنی کمزوریوں پر نظر، اصلاح کرواتی ہے

□ اللہ نے قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

"وَعَصَى آدَمُ وَهْ فَعَوَى" (سورۃ طہ آیت 121)

(1) یہ اس لئے نہیں فرمایا کہ قیامت تک جتنا کرام، اور ائمہ مساجد،

نمازوں میں بار بار پڑھ کر نعوذ باللہ، آدم علیہ السلام کی توہین کرتے رہیں۔

(2) نوح علیہ السلام کو قرآن میں حکماً ذکر کر کے "فَلَا تَسْتَلْنِي مَالِيسَ لَكَ

بَعْدَ عَلَمٍ" (سورۃ ہود، 46) قیامت تک تلاوت کرنے والوں سے،

نعوذ باللہ توہین نوح علیہ السلام کرانا مقصود نہیں ہے۔

(3) "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ" (سورۃ التحریم، 1)

اس حکم سے کیا کوئی مجھ کو کہتا ہے کہ نعوذ باللہ، قیامت تک قرآن پڑھنے

والوں کے ذریعے توہین رسالت مقصود ہے؟

(4) "إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتٌ مِّنْكُمْ أَنْ تَفْشَلُوا" (ال عمران، 122)

اس آیت میں کیا اللہ، جنگ احد میں شریک، صحابہ کرام کی توہین کرتا

چاہتا ہے، جسے ہر زمانے کے قرآن خوان پڑھتے رہیں گے؟

(5) "خُذْ حَقْلَ إِذَا قُضِيَتْ يَوْمَ تَنَارُ عَصَمٌ فِي الْأُمُورِ وَعَصَمٌ"

(ال عمران، 152)

کیا اللہ، صحابہ کرام کی کمزوریاں، اس آیت میں ذکر کر کے رہتی دنیا

تک ان کی توہین کروانا چاہتا ہے؟ کہ پڑھتے رہو۔ اور انہیں بدنام
کرتے رہو۔ نعوذ باللہ مِنْ ذَلِكْ!

□ ان آیات کے ترجمے اور تفسیریں، بے شک اپنے اپنے مسلک کے علماء کے دیکھ
لیں۔ ہم نے عمدتاً ترجمے نہیں کئے۔ اسی طرح کی تفسیری کمزوریوں کا ذکر، اللہ قرآن کریم
میں بیان کرتا ہے، ایسے ہی صحیح احادیث میں، صحابہ کرام کی کمزوریوں کا ذکر عام ملتا ہے۔ یہ
سب کچھ اس لئے ذکر ہوا کہ

✱ توحید باری تعالیٰ کا عقیدہ کچھ کر سامنے آ جائے کہ پوری کائنات میں

صرف ایک اللہ ہی ہے، جس سے کسی کمزوری اور خطا کا صادر ہوتا،

کسی صورت میں ممکن نہیں ہے۔

✱ دوسری حکمت یہ ظاہر کرنا تھی کہ دیکھا خائے بشریت جب بڑے سے

بڑے آدمی سے خطا ہو جائے، اسے سامنے رکھ کر، بعد والے اپنی

اصلاح کر لیں۔ کہیں ان کی طرح غلطی پر غلطی نہ کرتے چاکیں۔ اس

طریق اصلاح کا نام توہین صحابہ نہ رکھ لیں۔ یہ بہت بڑا فریب ہے۔

الصحابہ کلیم عدول

(1) صحابہ کرام سارے عادل ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سارے صحابہ کرام عادل ہیں، اہل سنت کے نزدیک (المباحث الحديث ص 18) عدالت کیا ہے؟ یہ وہ ملکہ ہے جو انسان کو تقویٰ (محرم سے اجتناب) اور موت (روا رکھنے سے اجتناب) کو لازم پکڑنے کا شوق دلائے۔ (اصطلاحات احمد شین ص 16، شیخ سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ) مولانا عاصم لہاد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

(2) عادل راوی سے مراد کہ وہ عاقل ہو، بالغ ہو، مسلمان ہو، شریعت نے جن کاموں کا حکم دیا ہے، ان پر عمل کرتا ہو، اور جن سے منع کیا ہے (جیسے فسق و فجور) ان سے باز رہتا ہو۔ اور بدعات، کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرتا ہو، صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو، اپنے آپ کو بری عادات، اور غیر اخلاقی کاموں سے محفوظ رکھتا ہو، اور اس لحاظ سے لوگوں میں، اس کی شہرت و اقدار نہ ہو۔ (سنت رسول کیا ہے ص 41)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں

سارے صحابہ عادل کا مطلب یہ ہوا کہ روایت حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں، ہر صحابی عادل ہے، کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ اس نے کوئی غلط اور جھوٹی حدیث، نبی علیہ السلام کی طرف منسوب کی ہو۔ اس مسئلے میں سارے صحابہ معیار پر ہیں۔ باقی بشری کمزوریاں، ان میں بھی تھیں۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے عصمت صحابہ کا سوال ہوا تو آپ نے جواب دیا:

هو انهم لا يعتقدون ان كل واحد من الصحابة معصوم
عن كبائر الاثم و صغائرہ بل يجوز عليهم الذنوب
(التقييد والواسطه ص 139)

”کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ صحابہ کرام کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے معصوم ہیں۔“ بلکہ ان سے گناہوں کا ہونا ناممکن ہے۔“

خلافت راشدہ کے بعد

جب اہل سنت صحابہ کرام کو معصوم عن الخطا نہیں مانتے تو واضح ہو گیا کہ خلافت علیٰ منہاج النبیؐ کا ختم کر کے اس کی جگہ بادشاہی نظام مدراج کرنا دوح اسلام کے خلاف عمل تھا جس کی سزا ہم آج تک جھٹ رہے ہیں۔ جس طرح آج پاکستانی عوام کی چٹھیں اٹھ گئی ہیں۔ مگر حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں دینگے، یہی کیفیت صلفائے امت کی اور عوام کی ہوئی، جب خلفاء راشدین کا سایہ سرہوں سے اٹھ گیا تھا۔ لہذا خلافت کچھ جانے کی اتنی بڑی خطا کی جانی یہ ہے کہ مسلمان پشت کرونی خطا نہ کرتے جائیں بلکہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے جیسے خدا ترس حکمران بنائیں، جو اپنے عمل اور عبادت شان زندگی کے بجائے خلق خدا کے ہمدرد و نمکسار ہوں۔

موجودہ حکمران، مثل یزید، معیار عدالت پر نہیں ہو سکتے

(1) قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَتَقَبَّلْ مِنِّي الْفَقْدَانِ:

یزید عدالت میں مجروح ہے۔ (عدالت کی تعریف اور پر ذکر ہو چکی ہے) میزان الاستعمال ص 440

(2) قَالَ احمد بن حنبل: لَا يَنْبَغِي أَنْ يُرَوَّى عَنْهُ

یزید اس لائق نہیں کہ اس سے حدیث روایت کی جائے۔ (حالاتکہ صحابی کا بیٹا ہے) (اربعی العصب العید ص 23)

(3) قَالَ ابن حجر العسقلانی: وَلَيْسَتْ لَهُ رِوَايَةٌ نَعْتَمُدُ

یزید کی کوئی روایت قابل اعتماد نہیں ہے۔

(تہذیب المعجم ص 11 ص 361)

دیباچہ

دیباچے کے طور پر ہم حکیم الامت علامہ اقبال رضی اللہ عنہ امام فلسفہ مشرق و مغرب کے خیالات کو پیش کرتے ہیں۔

کلیات اقبال فارسی رموز بجنودی

در معنی حریت اسلامیہ و ستر حادثہ کربلا

آں امام عاشقان پر بوتول سرو آزادے ز بتان رسول ﷺ
 اللہ اللہ بائے بسم اللہ پر معنی ذبح عظیم آمد پھر
 بہر آں شہزادہ خیر الملک دوش ختم المرسلین خم انجل
 سرخ رو عشق غیور از خون او شوقی امیں مصرع ز مضمون او
 در میان امت آں کیوں جناب بگو حرف قل ہو اللہ در کتاب
 موسیٰ و فرعون و شعیب و یزید امیں دو قوت از حیات آید پدید
 زندہ حق از قوت شیری است باطل آفرین حسرت میری است
 چوں خلافت رشتہ از قرآن گیند حریت را زہر اندر کام ریخت
 غاست آں سر جلوه خیر الامم چوں سحاب قبلہ ہاروں در قدم
 بر زمین کربلا پاید و رفعت لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفعت
 تاقیامت قطع استبداد کرد موج خون او چمن ایجاد کرد
 بہر حق و دناک و خون غلطیدہ است پس بنائے لا اللہ گردیدہ است
 مذخائش سلطنت بودے اگر خود نکردے باغش سامان ستر
 دشمنان چوں ریگ صحرا لا شیعہ دوستان او بہ پرداں ہم عدد
 سزائیم علیہم و اسمعیل علیہم بود یعنی آں اہمال را تفصیل بود

ہے۔ جبکہ ان کی ماؤں نے انہیں آرزو جم دیا تھا۔“ (موسویٰ آغا صاحب جلد اول ص 311)
 □ آج جو صدر اور وزیر اعظم یزید کی طرح لاکھوں روپے کے سوت پہنے کر دڑوں کی گاڑیوں میں سواری کرے، عالی شان محلات میں رہے، کیا وہ حقیقی مسلمان ہے؟ کیا ایسا حکمران فطرت خدا کا خادم بن سکتا ہے؟ کیا وہ نسل یزید سے نہیں ہے؟ کیا خلفاء راشدین کے پیغمونے تھے؟

ہمیں یزید و فرعون کے نقش قدم پر چلنے والے نہیں، بلکہ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما اور عثمان و سعید رضی اللہ عنہما جیسے خدا ترس حکمرانوں کی ضرورت ہے۔ نرود و شداد جیہوں سے تو دنیا پہلے ہی بھری پڑی ہے۔ جن کی بدولت انسانیت آگ میں جل رہی ہے۔ خلفاء راشدین کے پیروکاروں کو آگے لانے کے لئے کردار حسین ادا کرنا پڑے گا۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے تھے:
 قال قلت لرسول اللہ ﷺ
 یا محمد بن عبد اللہ! انما نزلت علیک
 لعلک تعلم انک علی حق و انک علی حق و انک علی حق
 (امام باقر علیہ السلام ص 323)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ:

آپ ہی مصطفیٰ کی طرف سے تم پر حق ہے، اور اللہ نے تم پر حق اتار دیا ہے، اور تم ہی حق کا راستہ ہو۔
 (امام باقر علیہ السلام ص 323)

عزم او چوں گوساران استوار پائیدار و تند سیر و کامگار
تج بہر عزت دین است و بس مقصد او حفظ آئین است و بس
ماسوا اللہ را مسلمان بندہ نیست پیش فروغی سرش افکندہ نیست
خون او تفسیر این اسرار کرد ملت خوابیدہ را بیدار کرد
تج لا چوں از میاں بیرون کشید از رگ ارباب باطل خون کشید
نقش الا اللہ بر صحرا نوشت سطر عنوان نہایت مانوشت
رحم قرآن از حسین آموخیم ز آتش او شعلہ با اندوخم
شوکت شام و فر بنداو رفت سطر غرناطہ ہم از یاد رفت
تارما از زخمہ آتش لڑاں بنوز تازہ از بھیر او ایماں بنوز

تفہیم اشعار

کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کے مرجع عالیہ کا کیا پوچھنا ہے! سیدۃ النساء حضرت
تولؑ ان کی ماں ہیں اور سیدۃ العالمینؑ کا ردو عالمؑ ان کے نانا ہیں۔ حضرت علیؑ
ان کے چچ بزرگوار ہیں، جو ہم اللہ کی بے بین میں علوم قرآنی کا دروازہ ہیں۔ اور وہ خود
قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہیں۔

”وَقَدْ نَبَّأَهُ بِالْبَيْتِ عَظِيمِ“ (الصافات: 107)

”یعنی ہم نے ایک بڑا ہی اس کے عوض دیے۔“

امام حسینؑ کی رفعت شان کا اندازہ اس بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ ایک وفد
جب کہ حسن اور حسینؑ دونوں صاحبزادے حضور اکرمؐ کے دوش مبارک پر بیٹھے
ہوئے تھے تو ایک صحابی نے یہ کہا کہ ان صاحبزادوں کی خوش نصیبی کا کیا ٹھکانہ ہے کہ سرور
عالمؐ ان کے دوش مبارک پر سوار ہیں۔ اس پر حضورؐ انھیں نے فرمایا کہ۔

بِعَمِّ الْبَحْمَلِ حَمَلْنَا وَبِعَمِّ الْعِزِّ انْنَا

یعنی تمہارا دونوں کا اونٹ بہترین اونٹ ہے اور تم دونوں بہترین سوار ہو۔ عدلان
ان دو (2) سواروں کو کہتے ہیں جو کواے میں آئے سناٹے بیٹھے ہیں تاکہ وزن برابر ہے۔
جس طرح سورۃ اخلاص سارے قرآن مجید میں ممتاز ہے۔ اسی طرح امام
حسینؑ ساری امت میں بلند پایہ رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون یا
شعیرؑ اور یزید یہ دو (2) آدمیوں ہی کے نام نہیں ہیں، بلکہ حیات کے دو مختلف اور متضاد
منظر ہیں جو قیامت تک اسی طرح برسرِ پکار رہیں گے۔

تیز رو کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہ

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں شروع ہی سے حق و باطل میں آویزش چلی آ رہی ہے۔
اور اگر دنیا میں قیامت شمیری نہ ہوتی تو حق کب کامٹ چکا ہوتا۔ حق تو یہ ہے کہ

حقیقت ابدی ہے مقام شمیری

بدلتے رہتے ہیں انداز کوئی و شامی

نوٹ:- اقبال نے قیام پاکستان سے پہلے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا تھا کہ

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شمیری

کہ فکر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

قوم خانقاہوں سے تو بابر نکل آئی۔ لیکن افسوس کہ بعض اسباب ایسے پیدا ہو گئے
کہ وہ (رسم شمیری) ادا کرنے کے لیے (میدان) کر بلا کی طرف جانے کے بجائے ہولوں کی
طرف چلی گئی اور وہاں جا کر غم و معلوم کیا دیکھا بکرا بابر نکلنے کا کام ہی نہیں لیتی۔

اس تہیہ کے بعد اقبالؒ یہی اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب خلافت نے اپنا رشتہ قرآن سے منقطع کر لیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا
کہ حریت کا خاتمہ ہو گیا۔ چونکہ خدا پرستی کے لیے حریت کا وجود شرطِ اولین ہے۔ اس لیے

امام حسین علیہ السلام نے میدان کرپا میں اپنی جان دے کر قیامت تک کے لیے ملکیت (استبداد) کے اصول کو باطل کر دیا یعنی اپنی شہادت سے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام ملکیت کا دشمن ہے۔ اسی لئے اقبال کی تعلیم یہ ہے کہ لا مملوکۃ فی الاسلام

نوٹ:

پہلے مصر میں (چوں خلافت رشید از قرآن گیند) بڑی کی تخت نشینی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ اپنے باپ کی وفات کے بعد امت کے انتساب سے غلط نہیں ہوا بلکہ کسی طرح مسلمانوں پر حاکم بن گیا جس طرح ایک قیصر کے بعد اس کا بیٹا قیصر بن جاتا تھا اسی کا نام ملکیت ہے جو حریت کی ضد ہے۔

کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے حق کے لیے اپنا سر نکال دیا اور اسی لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی قربانی سے تو حید الہی کا زمرہ دنیا میں قائم کر دیا۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ اگر وہ اپنی شہادت سے اس بات کو واضح نہ کرتے کہ توحید پرستی کے لیے حریت لازمی ہے۔ تو مسلمان اس اصول کو فراموش کر دیتے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ رفعتہ تو حید الہی کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن امام حسین علیہ السلام نے قیامت تک مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ قائم کر دیا کہ ملکیت کو مٹانے کے لئے اپنی جان قربان کر دو۔ تاکہ توحید الہی زندہ رہ سکے۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے طرز عمل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعلیمات کی روح کو دنیا پر آشکار کر دیا۔ جس بات کی انہوں نے زبان سے تعلیم دی تھی امام حسین علیہ السلام نے اس پر عمل کر کے دنیا کو دکھا دیا۔

تعلیمات اسلام کی وہ روح نکالی تھی؟ صرف یہ کہ

۔ ماسوی اللہ را مسلمان بندہ نیست

”یعنی مسلمان اللہ کے علاوہ کسی کا غلام نہیں ہو سکتا۔ کسی کے غم کی

اطاعت نہیں کر سکتا۔ کسی کے سامنے سر نہیں جھکا سکتا۔“

چونکہ قرآن ایسی تعلیم کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ اس لئے اقبال نے یہ کہا ہے کہ
مرحقرآن از حسین علیہ السلام آموخیم

”یعنی حسین علیہ السلام نے ہم مسلمانوں کو قرآن حکیم کی روح سے آشنا کیا۔“

نوٹ: میں نے ایک دفعہ حضرت اقبال علیہ السلام سے دریافت کیا کہ مرحقرآن سے، آپ کی مراد کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ تعلیمات قرآن کی روح یہ ہے کہ باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت سر یکسر رہو اور اگر ضرورت ہو تو جان دینے سے بھی دریغ مت کرو۔
سپر عنوانِ نجات بانوشت۔ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حسین علیہ السلام نے ہمارے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا، یا اگر ہم ان کی شہادت پر آنسو بہا نہیں گئے تو ہماری نجات ہو جائے گی۔ یہ دونوں باتیں سراسر غیر اسلامی ہیں۔ اقبال علیہ السلام کا مطلب یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے راہِ خدا میں سر نہا کر ہمیں نجات اخروی حاصل کرنے کا طریقہ بتا دیا یعنی یہ کہ مسلمان وہ ہے جو صرف اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور کسی بادشاہ کے سامنے سر نہیں جھکا تا۔
۔ ماسوی اللہ را مسلمان بندہ نیست

اس مصرع میں شہادت حسین علیہ السلام کا سارا فلسفہ مضمر ہے۔ آخری شعر انہوں نے خالص جذبہ باقی رنگ میں لکھے ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ دمشق، بغداد اور غزناطیہ یہ تینوں عقیم الشان سلطنتیں صفحہ حق سے مٹ چکی ہیں لیکن۔

۔ تا ماز زخماش لرزاں بنوز

یعنی ملت کے خیالات میں جو انقلاب امام حسین علیہ السلام نے پیدا کیا تھا اس کا اثر ابھی تک باقی ہے اور ان کی تعبیر کی آواز سے (بشرطیکہ مسلمانوں کی توجہ ریڈیو کی آواز سے ہٹ سکے) اب بھی ایمان زندہ ہو سکتا ہے۔
(پروفیسر یوسف سلیم چشتی)
بلکہ اب تو نگاہ مسلمان فی دین اور اعزیت کی سکرین میں الجھ کے رو گئی ہے۔

شہادت حسین علیہ السلام پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار

علامہ ابوالہادی ہمدانیؒ یہ حدیث لائے ہیں۔

حدیث نمبر ۸۱

عَنْ أُمِّ الْقُضَيْلِ (كَنَاءُ) بِنْتِ الْحَارِثِ ابْنِهَا دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي رَأَيْتُ خَلْمًا مِنْكَ، اللَّيْلَةَ قَالَنَ: مَا هُوَ؟ قَالَتْ: إِنَّهُ خَبِيرٌ قَالَنَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَتْ: رَأَيْتُ أَنَّكَ قَطَعْتَ مِنْ جَسَدِكَ قِطْعَةً وَوَضَعْتَ فِي جُجْرِي فَقَالَ ﷺ رَأَيْتُ خَيْرًا تِلْكَ قَاطِمَةُ ابْنِ شَاءَ اللَّهِ عَلَانًا فَيَكُونُ فِي جُجْرِكَ قَوْلُكَتِ قَاطِمَةُ الْحَسَنِ فَكَانَ فِي جُجْرِي خَمًّا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: قَدْ خَلَعْتَ يَوْمًا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَوْضَعْتَهُ فِي جُجْرِهِ ثُمَّ خَاتَتْ يَمِينِي بِإِطْفَافٍ قَالَا: عَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَهْرِيْقَانِ مِنَ الدَّمْعِ قَالَتْ: فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ يَا بَنِيَّ أَنْتَ وَأُمِّي مَالِكٌ؟ قَالَ: أَتَانِي جَبْرِئِلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ أُمَّيَّ سَتَفَلَ ابْنِي هَذَا (يَعْنِي الْحَسَنَ) فَقُلْتُ هَذَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ وَ أَتَانِي بِبُزْجَةٍ مِنْ تَوْبَتِهِ خَمْرَةً (سلسلة الاحاديث الصحیحه دوم حدیث نمبر 821)

”حضرت ابابہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں حضور ﷺ کے ہاں آئی، اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کز شب میں نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔ آپ نے پوچھا۔ وہ کیا ہے؟ کہنے لگیں۔ بہت ہی برا ہے۔ فرمایا تاؤ تو سہی، بتائے گی کہ خواب

میں میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹ کر، میری جھولی میں رکھ دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ اچھا خواب تو نے دیکھا ہے۔“

اب دیکھنا! میری بیٹی قاطمہ کے ہاں بیٹھا بیٹا ہوگا۔ ان شاء اللہ! تو وہ تیری گود میں آئے گا۔ بالآخر قاطمہؓ نے حسینؓ کو ختم دیا۔ پھر وہ میری گود میں رکھا گیا۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ ایک روز میں بچہ نکلا اٹھائے ہوئے حضور ﷺ کے ہاں پہنچی تو وہ بچہ میں نے آپ کی گود میں ختم دیا۔ پھر میں نے حضور ﷺ کی طرف غور کیا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ میں نے عرض کی حضور ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا ہوا ہے؟ فرمایا: میرے پاس جبریلؑ فرشتہ آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ میری ہی امت اسے قتل کر دے گی۔ یعنی حسینؓ کو میں نے کہا۔ اسی مصوم بچے کو قتل کرے گی؟ فرمایا۔ ہاں فرشتے نے تو اس کے قتل کا وہی سرخ مٹی بھی مجھے لاکر دی ہے۔

تشریح

ام فضل ابابہؓ، یہ حضور ﷺ کی چچی تھی۔ حضرت عباسؓ کی بیوی۔ ام المومنین حضرت میمونہؓ کی بہن تھی۔ اس خواب کی تعبیر، آپ ﷺ نے ایک خوشخبری بتائی۔ اپنی نعت جگر قاطمہؓ کے بچے کی خبر حضور ﷺ کیلئے معمولی نہ تھی۔ کیونکہ آپ کے چھوٹے چھوٹے تین چار بیٹے، یکے بعد دیگرے بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ اس لئے اولاد زینہ کی خواہش ایک فطری چیز تھی۔ دوسرا، الاذلی بیٹی کی اولاد اکثر بیماری لگتی ہے۔ ان دو وجوہ کی بنا پر حسینؓ کی پیدائش پر آپ کو بہت ہی خوشی تھی۔ کچھ دنوں بعد جب فرشتے نے بتایا کہ اس بچے کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس شنکاء خبر کو سن کر آپ کی آنکھوں کا اظہار ہونا بھی فطری امر تھا۔ اسی منگی اولاد کا انجام قتل ہو تو صدمہ نہیں ہو تو اور کیا ہوگا؟

حدیث نمبر ۱۲

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: يَا أُمَّ سَلَمَةَ! إِذَا تَحَوَّلْتَ عَلَيْهِ التُّرْبَةَ دُمًّا فَاعْلَمِي أَنَّ ابْنِي قَدْ قُبِلَ فَجَعَلْنَاهَا أُمَّ سَلَمَةَ فِي قَارُورَةٍ ثُمَّ جَعَلْتُ نَظْرَ إِلَيْهَا كُلَّ يَوْمٍ

حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے ام سلمہ! یہ مٹی کر بلا سے جو جبریل نے دی ہے، جس دن یہ خون بن جائے، سمجھ لینا میرا بیٹا (حسین) شہید ہو گیا۔ ام سلمہ ﷺ نے وہ مٹی شیشی (پوٹل) میں ڈال لی۔ روزانہ اسے دیکھا کرتی تھیں۔ (تہذیب المعجم، ج ۱، ص ۳۴۷)

دعوت حق کی کشتی رہاں ہے
ساتھ! آؤ ہاتھ ملاؤ
موجیں ہر دم زور کنارہ
چو تھامو زور کھلاؤ
حق کے چھاری تھوڑے تھوڑے
طغوان سے لڑنے والے
کفر کا ساتھی ایک زمانہ
بتا ہے موجوں کے بہاؤ
چڑھتے سورج کو کیاں پھر
ڈوبنے والا ہے وہ آخر
بس سے ارض و ما ہیں روشن
اس کے آگے سرک بھٹکاؤ

مقتل حسین کی مٹی حضور ﷺ کو دکھادی گئی تھی

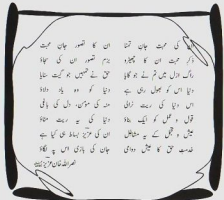
علامہ البانی رحمہ اللہ یہ حدیث بھی لائے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۳

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّ مَلِكَ الْغَطَرِ رَمَى أَنْ يَبْرُوزَ النَّبِيَّ ﷺ قَائِدًا لَهُ فَكَانَ فِي يَوْمٍ أُمَّ سَلَمَةَ هَيْسَمَا هِيَ عَلَى الْبَابِ إِذْ دَخَلَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فَبَعَثَ يَتَوَكَّبُ عَلَى عَظْمِ النَّبِيِّ وَجَعَلَ النَّبِيَّ ﷺ يَنْتَلِمُهُ وَبَقْلُهُ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: نَجِئُكَ فَإِنْ نَعَمْ، قَالَ: أَمَا إِنَّ إِمْلَكَ سَفَلْتُهُ، إِنْ شِئْتَ أَوْفَيْتُكَ الْمَكَّانَ الَّذِي يُقْبَلُ فِيهِ؟ قَالَ ﷺ: نَعَمْ، فَقَبِضَ قَبْضَةً مِنَ الْمَكَّانِ الَّذِي يُقْبَلُ فِيهِ، فَأَرَاهُ إِيَّاهُ فَجَاءَ سَهْلَةً أَوْ تَرَابًا أَحْمَرَ، فَاحْتَدَتْهُ أُمَّ سَلَمَةَ فَجَعَلَتْهُ فِي نَوْبِهَا. قَالَ ثَابِتٌ كُنَّا نَقُولُ: إِنَّهَا حُمُولَةٌ (مسلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، ص ۱۶۰)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بارش کے فرشتے نے، اپنے رب سے التجا کی کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی زیارت کرنا چاہتا ہے۔ اللہ نے اسے اجازت دے دی۔ اس دن باری حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جہی۔ یعنی آپ ﷺ اس روز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر جلوہ افروز تھے۔ وہ دروازے پر ہی تھیں کہ حسین امداد آئے۔ آتے ہی نبی اکرم ﷺ کی کمر پر اچھلتے کودنے لگے اور حضور ﷺ پکار کر چہ منے لگے۔ فرشتے نے پوچھا کیا آپ اس بچے سے محبت رکھتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کیوں نہیں فرشتے نے کہا۔ اے تو

آپ ﷺ کی امت قتل کر دے گی۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس کا مثل دکھا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں دکھائیے۔ اس نے مقام قتل سے بٹنی کی منی بھر کر پیش کر دی۔ دو نرم اور سرخ منی تھی۔ ام سلمہ رضی نے اس منی کو چڑ کر کپڑے میں باندھ کر سنبھال لیا۔ راوی ثابت کہتے ہیں کہ ہم اس زمین کو ”کربلا“ کہا کرتے تھے۔“



حدیث نمبر ۱۶

علامہ ابان بن مہزیہ یہ حدیث بھی لائے ہیں۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَ غِيَاةُ نَفِيعَانِ قَالَ لَقَدْ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ لَمْ يَدْخُلْ عَلَى قَبْلِهِمَا لَقَدْ لَبِئَ إِنَّ رَأْسَكَ هَذَا حُسْبَى مَقْتُولٍ، وَإِنْ بَشَتْ أُرْبُكَ مِنْ تَرْبَةِ الْأَرْضِ الَّتِي يُقْتَلُ بِهَا

(سلسلة الاحاديث الصحيحة دوم، حديث 822)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ آج میرے گھر پر وہ فرشتہ آیا جو پہلے بھی نہیں آیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ آپ کا یہ مینا حسین رضی اللہ عنہ قتل کیا جائے گا۔ اگر آپ ﷺ چاہیں تو اس کی شہادت گاہ کی منی آپ کو دکھاؤں؟

تشریح احادیث اربعہ مذکورہ

گزشتہ ان چاروں احادیث میں، فرشتوں کا معمول سے ہٹ کر آئے، اور نبی اکرم ﷺ کو یہ خبر دینا کہ آپ کا مینا حسین قتل ہو گا۔ یہ بات نہایت قابل غور ہے۔ یہ فرشتے صرف قتل حسین کی خبر سن کر آپ کو پریشان کرنے نہیں آتے رہے۔ کیونکہ جو بھی اس دنیا میں آتا ہے، اس نے مرنا ضرور ہے۔ صرف مرنے یا قتل کی خبر میں کیا اچھے کی بات تھی، جو فرشتے بار بار آئے۔ معلوم ہوا، یہ خبر عام خبر تھی۔ نہ قتل حسین، نہ عام قتل تھا۔ جو پیغمبر ﷺ صبر و شہادت کا پہاڑ تھے وہ یہ خبر سن کر بار بار کیوں روئے؟ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ قتل حسین کی مظلومیت اختیار کو پہنچے گی۔ اور کسی

بہت بڑے مقصد کیلئے ہوگی۔ ورنہ لوگ تو روزانہ مرتے بھی ہیں، اور قتل بھی ہوتے ہیں۔ لیکن کسی کے قتل پر آسمانوں سے بار بار مختلف فرشتوں کا نازل ہونا، نہ ہوا۔ کبھی جبریل علیہ السلام تشریف لائے، کبھی ہارث کا فرشتہ، کبھی انکاش فرشتہ جو کبھی پہلے اتر ہی نہ تھا۔ نرا بے دردی سے مارا جاتا بھی اتنا اہمیت کا حامل نہ تھا۔ اور بھی اولوالعزم بہت سے بے رحمی سے مارے گئے۔

حسین کا قتل دراصل نرالا اس لئے ہوا کہ ان کا مقصد شہادت و دیگر تمام شہداء سے نہایت ہی بلند تر تھا اور وہ تھا کہ حضور ﷺ کا نظام نبوت و خلافت راشدہ کو انمواد کا رونے کی ملکیت و بادشاہی میں بدل ڈالا۔

امام حسین علیہ السلام اس جبر کے منہ زور انجمن کے سامنے اپنا کتبہ لیکر کھڑے ہو گئے۔ اور سب کچھ گئے۔ امت سوچتی تھی، اسے خون حسین علیہ السلام ہی چکا سکتا تھا۔ اور قیامت تک امت کو سبق دے دیا کہ صرف ظلم سنبھالنے سے نہ ہوتا، ظالموں کی ہاں میں ہاں ملانا، بلکہ ظالم کی راہ میں رکاوٹ بن جانا۔ یہ عظیم الشان کارنامہ، حسین علیہ السلام کے ہاتھوں انجام پذیر ہونا تھا۔ جس کی شہادت کی خبریں بار بار آسمانوں سے فرشتے لاتے رہے۔ عام طور پر مسلمان خلافت راشدہ کے مفہوم اور اس کی روح سے غیور ہیں۔ ان کے نزدیک حکمران کوئی بھی ہو جس زمانے سے کلمہ پڑھتا ہو اور زبردستی حکومت پر قبضہ کر جائے۔ پس اس کی اطاعت کرنی ہے۔ انہیں اسلامی نظام اور ملکیت و آمریت میں کچھ فرق نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر یہ قابض ہوں یا نام نہاد مسلم حکمران جیسے موجود زمانے کا ایک آمر وہ چاہے کال مسجد، زہر پیلے ہوں سے ازاوے یا مہموم و دینی طلبہ و علما ہوں ان ہوں سے بھسم کر دے۔ پس ان کی اپنی مسجدیں اور مدارس چلتے رہیں۔ نظام کی کوئی پروا نہیں۔ ان کی بلا سے کوئی مدتوں ڈکٹیٹر مسلمانوں کو برقرار بنائے رکھے۔

حشی مبارک کی شکل میں قدانی کی صورت میں، صدام کے روپ میں، شہنشاہ

ایران کی کمرہ و قتل میں، بس اپنا کام تو نماز روزہ کرتا ہے۔

۔ ملو کا جو ہے ہند میں نجد سے کی اجازت
نداں یہ بگھتا ہے اسلام ہے آزاد
(اقبال)

مگر امام حسین علیہ السلام کھتے تھے کہ خلافت و ملکیت میں کیا فرق ہے؟

خلافت راشدہ مخلوق خدا پر رست ہوتی ہے اور ملکیت، بندوں پر عذاب الہی

ہوتا ہے۔

ملکیت ہر کمرست و تیرگ خلافت خلق عاموں الہی است
بجز اندر جہاں آدم ظالم است نظام عام و کارش نام است
ظالم نظر آں سختی پتا ہم کہ در پیش ملکیت حرام است
اردیجان کا قاری ص 90

وہ بھی امام الشہداءؑ اچھے رہے

علامہ البانیؒ ایک اور حدیث بھی لائے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۴

عَنِ النَّبِيِّ سَيِّدِ الشَّهَدَاءِ حَمُوزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَ رَحَّلَ
قَامَ إِلَى إِمَامٍ خَلِيفٍ قَامَرَةٍ وَ نَهَاها فَعَلَّتْ

(سلسلة الاحاديث الصحيحة اول، حدیث 374)

”حضرت علیؑ نے فرمایا۔ شہیدوں کے سردار حضرت حمزہؑ ہیں۔ اور وہ
بھی (سید الشہداء) ہے جو کسی ظالم سربراہ کے سامنے کڑا ہو گیا۔
اور اسے نیکی کی تلقین کی اور برائی سے روکا تو اس نے اسے مار ڈالا۔“

تشریح

اس فرمان نبویؐ کے بعد کیا تکلف باقی رہ جاتا ہے کہ ظالم حکمران کے سامنے
تو اسے رسولؐ نے سارا خاندان ذبح کروا کر، فرشتوں کی پیش گوئیاں سچ ثابت کر
دکھائیں۔ فرشتے بھی اپنی مرضی سے نہیں آتے تھے۔ بلکہ اللہ کے ان سے آتے تھے۔ یعنی
خداوند عالمؑ، چاہتا تھا کہ میرے محبوبؐ کا تو اسے مثالی قربانی پیش کرے، رشتہ دنیا تک
مومن بنادے کہ ظلم و بربریت کو چپ کر کے سنبھال جائے، اعلیٰ اہل کج ایمان نہیں ہے۔ اپنی جان بچانا
اگر چہ چاہتا رہے مگر تو اسے میرا امام حسینؑ اور رخصتوں کے بھانے عزیزوں کا بھی نمونہ تھے۔

تو بچا بچا کے نہ کہ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ

جو فطرت ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

حضرت حمزہؑ میں شریکین کے ہاتھوں شہید اعظم ہوئے، امام حسینؑ انہوں
کے ہاتھوں امام الشہداء اقرار پائے۔ علامہ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں۔

□ ہندو بھابی سفیان نے حضرت حمزہؑ کی میت میدانِ احد میں دیکھی تو خنجر سے
ان کا پیٹ چاک کیا اور کھجور کا ٹکڑا کھا لیا۔ پھر اسے شوک دیا۔ ہندی دیگر سہیلیاں مسلمانوں
کی نعشوں کے ناک اور کان کا قحیٰ کر رہیں۔ حضورؐ نے جب اپنے محبوبؐ کا پیٹ
پھاڑا ہوا دیکھا۔ ناک اور کان بھی کٹے ہوئے تھے تو آپؐ اپنے آنسوؤں پر ضبط نہ
رکھ سکے، آپ کے سینے سے ہوک نکلی۔
(الاستیعاب اول ص 415)

علامہ ابن اثیرؒ لکھتے ہیں۔

وَلَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ أَمَرَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ فَرَكِبُوا خِيُولَهُمْ
وَأَوْحُوا وَهَذَا الْحُسَيْنُ

”حسین کو جب شہید کیا گیا تو عمر بن سعد نے اپنے گھڑسواروں کو حکم دیا
کہ گھوڑوں پر سوار ہو، امام حسینؑ کی لاش کو چھوڑ کر ڈالیں۔ یعنی
لاش مبارک پر بار بار گھوڑے دوڑائیں اور انہیں روند کر رکھ دیں۔“

□ یہی وہ وحشتاتِ لائق تھے قاروقِ اعظمؑ کو، جو یوقب شہادت، جن کا ذکر
حضرت عثمانؑ سے فرمایا کہ اپنے خاندان کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کرنا۔

فَيَحْطِطُونَ لَهُمْ حَطْمَ الْإِبِلِ تَبْتَ الرُّمَيْحِ

روند یہ لوگوں کو یوں روند ڈالیں گے جیسے بھرا ہوا اونٹ موسمِ بہار کے سبزہ تازہ کو
روند ڈالتا ہے۔ فصلِ بہاراں کو اچاڑ دیتا ہے۔

(مسودۃ آثار اصحاب اہل 304، فتح الجہاد ص 156)

حضرت حمزہؑ کا چہرہ مثلہ کے مسخ کیا گیا اور امام حسینؑ کا سری تن سے
جدا کر دیا گیا اور جسم کو روند کر خنجر بھادیا گیا۔

□ علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

فَقُلَّةٌ وَرَحْلٌ مِنْ مَذْجِجٍ وَ حَوْزٌ وَأَنْسَاءُ

امام حسینؑ کو نو ہج کے ایک آدمی نے قتل کیا، اور آپؑ کا سر مبارک کات کر جسم سے الگ کیا۔

فَلَا تَقْلَقُ بِهِ إِلَهِي عُنَيْدَ اللَّهِ بَنِي زَيْنَادٍ
”وہ اس سر کو اتنے زیادہ کے پاس لے گیا۔“

فَوَقَّعَهُ إِلَى يَرْبُوعٍ وَنَعَّةَ الزَّأْنُسِ
”پھر وہ بڑیہ کے پاس پہنچا اور سر مبارک اس کے ساتھ تھا۔“

(تہذیب الاحدیب دوم ص 353)

این حجر بیستہ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

میدان کر بلا کا آخری شہید امام حسینؑ تھے۔ ان کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس لایا گیا۔ فَارَزَسَلَهُ وَمَنْ يَتَّقِي مِنْ أَهْلِ نِسْبِهِ إِلَهِي يَوْمَئِذٍ پھر اس سر کو اور بیچے کچھ قافلہ کو۔ اس نے بڑیہ کے پاس بھیجا۔ (الاصابہ دوم ص 71)

حافظ ابن حبانؑ نے بھی یہی لکھا۔ سر مبارک بڑیہ کے پاس شام بھیجا گیا۔ (کتاب اشاعت اول ص 235)

علامہ ابن جوزیؑ لکھتے ہیں۔

امام حسینؑ کو زونؑ کیا گیا سر تن سے جدا کیا گیا۔ بعد میں آپؑ کے جسم پر 33 ذمہ حیروں کے دیکھے گئے۔ لباس کے چھتھرے اڑ گئے۔ پھر بھی رہا سہا لباس اتار لیا گیا۔ آپ کی چیزیں لوٹ لی گئیں۔ غلامس نوٹوں نے آپ کی تلوار قبضہ میں کر لی۔ بخر بن کعب نے آپ کا پا جامہ اتار لیا اور بے لباس کر دیا۔ قیس نے آپ کی چادر پھاڑ لی۔ جابر بن بڑیہ نے آپ کی چڑی اٹھائی۔ (الرد علی المتعصب العنید المانع من فہر یزید ص 53)

یہ اسی کا ٹکڑا تھا کہ ہر حال میں ذمہ۔ ہتار با خون بہتا رہا
تم نے دامن اسی کا ردیدہ کیا جو تمہارے گریبان بیتا رہا

سر مبارک شہر بہ شہر پھرایا گیا

علامہ ابن جوزیؑ لکھتے ہیں۔

این زیاد نے زحر بن قیس کو امام حسینؑ کا سر، اور دوسرے شہداء کے سر دے کر بڑیہ کی طرف روانہ کیا۔

ابو اوسنیؑ نے کہا۔ امام حسینؑ کے سر کو بڑیہ نے سامنے رکھا پھر اس پر چھڑی مارتا رہا۔

قہصہ بن ذؤیب خزاعی نے بھی یہی روایت کیا کہ بڑیہ ہاتھ میں چھڑی لے کر امامؑ پر مارتا رہا۔

زید بن ارقمؑ نے کہا۔ میں بڑیہ بن معاویہ کے پاس تھا۔ امام حسینؑ کا سر لایا گیا، بڑیہ اس پر چھڑی مارتا رہا۔

ابو ہریرہؓ سلمیٰ بڑیہ کے پاس تھے بڑیہ امام کے سر پر چھڑی مارتا رہا۔

حسن بصریؒ کہتے کہ ابھی یہی فرمان ہے کہ بڑیہ امامؑ کے منہ مبارک پر چھڑی مار رہا تھا، جس منہ کو حضور ﷺ چوما کرتے تھے۔

حجابؑ کہتے ہیں، امامؑ کا سر بڑیہ کے پاس لایا گیا۔

آگے ابن جوزیؑ لکھتے ہیں۔

لَمْ يَتَّقِ يَهُودِيَّةً إِلَّا الْمَدِينَةَ وَتَقَتْ يَرْبُوعَ الْحُسَيْنِيِّ إِلَهِي
عَنْوَرُو نَبِيَّكُمْ عَلِيَّ الْعَاصِي وَهُوَ غَامِلَةٌ عَلَى الْمَدِينَةِ
”پھر بڑیہ نے انہیں مدینہ بھیجا، اور سر مبارک امام حسینؑ بھی،
اسنے گورنر مدینہ عمرو کی طرف بھیج دیا۔“

ابن جوزیؑ نے قریباً آٹھ (8) مختلف راویوں کے ذریعہ یہ بات ثابت کی کہ سر مبارک بڑیہ کے پاس پہنچا تھا۔ (ارادہ المصعب العنید المانع من ذمہ بڑیہ ص 56 تا 61)

کتاب مذکور کے حاشیہ نگار، والدہ کورقہ شہم عبدالسلام محمد لکھتے ہیں۔

وَهُنَاكَ اقْوَالُ أُخْرَى وَهِيَ

سر مبارک کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

یعنی

(1) اِنَّهُ اُعِيذَ اِلَى حُجْرَتَا وَ دُفْنٍ مَعَ الْحَسَنِ

کہ سر مبارک، ایس کر بلا بھیجا گیا وہیں جسم کے ساتھ دفن ہوا

(2) فِي مَسْجِدِ الرَّقَّةِ عَلَى الْقُرَاتِ

دریائے فرات کے کنارے، مسجد رقہ میں مدفون ہے۔

(3) فِي الْقَاهِرَةِ دُفْنٍ

”قاہرہ (مصر) میں دفن ہے۔“

وَهَذَا الْإِخْلَافُ لَدَى الْمُؤَوِّجِينَ بَدُلَ عَلَى أَنَّ الرَّأْسَ قَدْ

حُوِلَ وَوُضِعَ بِهِ فِي الْأَمْصَارِ الْإِسْلَامِيَّةِ إِلَى فَرْجَةِ عَدَمٍ

مَعْرِفَةِ الْمَكَانِ الَّذِي دُفِنَ فِيهِ۔

مورخین کا یہ اختلاف دلالت کرتا ہے کہ سر مبارک انجا کر مختلف

مسلم ممالک میں گھمایا گیا۔ کیونکہ یقینی طور پر پتہ ہی نہیں کہ سر کہاں

دفن ہوا ہے؟

وَأَمَّا كَلَامُ ابْنِ تَيْمِيَّةٍ مِنْ أَنَّهُ لَمْ يُحْمَلِ الرَّأْسُ وَإِنَّ هَذَا كَذِبٌ

فَدَعَا مِنْ غَيْرِ ذَلِيلٍ وَهُوَ يُخَالِفُ مَا عَلَيْهِ جُمْهُورُ الْمُؤَوِّجِينَ

امام ابن تیمیہؒ نے یہ کہنا کہ سر مبارک کو کہیں اٹھایا ہی نہیں کیا، یہ

صرحاً جھوٹ ہے اور یہ وہ دعویٰ ہے جس کے پیچھے کوئی دلیل نہیں

ہے۔ اور جمہور مؤرخین کے خلاف بات ہے۔ (حوالہ مذکورہ ص 62)

صرف جمہور مؤرخین نہیں، بلکہ جمہور محدثین بھی یہی کہتے ہیں

علامہ ابن حجرؒ نے لکھا۔

(1)

لَمْ تَحَانَ أَجْرٌ ذَلِكَ أَنَّ قَبْلَ وَ أُتِيَ بِرَأْسِهِ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ

فَارْتَسَلَهُ وَ مَنْ بَقِيَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ إِلَى يَزِيدَ

سب سے آخر میں امام حسینؑ قتل کے گئے ان کا سر مبارک عبید اللہ

کے پاس لایا گیا پھر اس سر کو اور بقیہ اہل بیت کو یزید کے پاس بھیجا۔

(2)

ابن حجرؒ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

وَنُوذِجَ كَ آدَى نَ اِمَامِ حُسَيْنٍؑ كَ اَسْرَاكَ كَ رَجِيْدِ اللّٰهِ كَ اَسْ

لَ كَ اِيَا۔ قَوْلُهُ اِلَى يَزِيدَ وَ مَعَهُ الرَّأْسُ۔ (تذہیب ص 353)

پھر اسے یزید کے پاس بھیجا اور سر مبارک اس کے ساتھ تھا۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

(3)

قَوْلُهُ اِلَى يَزِيدَ وَ مَعَهُ الرَّأْسُ

ابن زیاد نے مدنی کو یزید کے پاس بھیجا اور سر مبارک اس کے

ساتھ تھا۔ (تہذیب اعلام النبلاء، موسم 309)

لَمَّا قَتَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُزَيْدٍ الْحُسَيْنَ وَ أَهْلَهُ بَعَثَ بِرُؤْسِهِمْ

إِلَى يَزِيدَ فَسَرَّ بِقَبْلِهِمْ أَوَّلًا ثُمَّ لَمْ يَلْبَثْ حَتَّى يَلْبِمَ عَلَى

قَبْلِهِمْ۔۔۔۔۔ فقال: قَاتَعَضْنِي بِقَبْلِهِ الْمُسْلِمُونَ وَ ذَرَعُوا لِي

فِي قُلُوبِهِمُ الْعَدَاوَةَ (حوالہ مذکورہ ص 317)

”جب ابن زیاد نے حسینؑ اور ان کے خاندان کو قتل کیا، ان کے

سرِ یزید کے پاس بھیجے۔ ان کے قتل پر پہلے تو خوش ہوا۔ پھر اعتبارِ عداوت کیا اور کہا اس نے حسین علیہ السلام کو قتل کر کے مسلمانوں کو میرے خلاف فتنہ ناک کر دیا ہے اور ان کے دلوں میں میری عداوت کا بیج کاشت کر دیا ہے۔

۔ کی مرے قتل کے بعد اس نے جنا سے توبہ
ہائے اس زود پوشیاں کا پوشیاں ہوتا
(غالب)

آگے وہی نسخہ لکھتے ہیں۔

قَالَتْ زَيْنًا، حَاجِسَةً يَزِيدَ: دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى يَزِيدَ فَقَالَ أُنْبِئْ
فَلَقَدْ أَتَيْتُكَ اللَّهُ مِنَ الْحُسَيْنِ وَ جِئْتُ بِرَأْسِهِ فَقُلْتُ لَهَا:
أَفَرَحَ قَتْلُهُ بِقَيْطِيبٍ؟ قَالَتْ إِي وَاللَّهِ!

یزید کی دایہ یا بے کہا۔ یزید کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا۔
خوشخبری ہو اسے یزید! حسین علیہ السلام سے اللہ نے تجھے چھٹکارا دیا۔ اور
اس کا سر پیش ہے۔ راوی نے ادا سے پوچھا۔ کیا یزید نے امام کے
دانتوں پر چھری ماری تھی؟ اس نے کہا۔ ہاں خدا کی قسم!

گذشتہ صفحات میں آپ و کچھ لکھے ہیں کہ علامہ ابن الجوزی علیہ السلام نے
آئندہ (8) روایات پیش کی ہیں۔ (الرد علی المصعب ص 56: 61)

محدثین کے بعد مورخین

علامہ ابن عساکر علیہ السلام کے شاگرد رشید، علامہ ابن کثیر علیہ السلام لکھتے ہیں۔
وَأَمَّا رَأْسُ الْحُسَيْنِ فَلَمْ يَشْهُرْ عِنْدَ أَهْلِ الشَّامِ وَ أَهْلِ

السَّيْرِ إِنَّهُ بَعَثَ بِهِ ابْنُ زَيْنَادٍ إِلَى يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَ مِنَ
النَّاسِ مَنْ أَشْكُرَ ذَلِكَ وَ عِنْدِي أَنَّ الْأَوَّلَ أَشْهُرُ
سر مبارک امام حسین علیہ السلام، اہل شام و مصر کے نزدیک مشہور ہے کہ
ان کے زیادنے یزید کے پاس بھیجا تھا۔ کچھ لوگ اس کے انکاری ہیں۔
مگر میرے نزدیک پہلی بات ہی زیادہ مشہور ہے۔
یعنی سر حسین علیہ السلام کا یزید کے پاس جانا۔

(البدایة و النہایة ہشتم 204)

ابن احمد علیہ السلام لکھتے ہیں۔

وَالصَّحِيحُ أَنَّ الرَّأْسَ الْمَكْرُمَ دُفِنَ بِالنَّبِيعِ إِلَى حَنْبِ أُمِّهِ
فَاطِمَةَ وَ ذَلِكَ أَنَّ يَزِيدَ بَعَثَ بِهِ إِلَى عَامِلِهِ بِالْمَدِينَةِ۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ سر مکرم جنت البقیع میں ان کی والدہ فاطمہ
الرحماء علیہن کے پہلو میں دفن ہوا۔ اور اسے یزید نے اپنے گورنگو
مدینہ منورہ بھیجا تھا۔ (شذرات الذہب اہل ص 275)

مفسر قرآن علامہ قرطبی علیہ السلام نے پورا باب قتل حسین علیہ السلام پر لکھا ہے۔
حافظ ابو العلاء، ہمدانی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

أَنَّ يَزِيدَ جَمَعَ قَدِيمَ عَلِيٍّ رَأْسَ الْحُسَيْنِ بَعَثَ بِهِ إِلَى
الْمَدِينَةِ

کہ یزید کے پاس سر امام حسین آیا تو یزید نے اسے مدینہ منورہ
بھیج دیا۔ (الذکر و ردوم 593)

امام ابن تیمیہؒ کا موقف

أَنَّ الرَّأْسَ لَمْ يَغْتَرَبْ كَسِرِّ مَهْرَبٍ وَبِغَيْرِ شَرِّهِمْ كَوْنِهِمْ لَمْ يَأْبَ
 كَيْسًا - آگے نکلتے ہیں۔ أَنَّ الْيَدَ ذَمْرَةٌ مَنِ اعْتَمَدَ عَلَيْهِ مِنَ
 الْعُلَمَاءِ وَالْمُؤَدِّينَ أَنَّ الرَّأْسَ حُجْلٌ إِلَى الْغَدِيَّةِ وَ ذِفْرٌ
 عِنْدَ آخِيهِ (راس اکسین ۱۹۷ ص)
 قابل اعتماد علماء و مؤرخین نے ذکر کیا کہ سر مبارک ہر مذہب شریف لے
 جایا گیا اور اپنے بھائی حسنؒ کے ساتھ دفن ہوا۔ یہ خیال امام ابن
 تیمیہؒ کا شاذ ہے۔ دیگر جلیل القدر محدثین و مؤرخین کے مقابلہ
 میں امام صاحب کو تاریخی طور پر صحیح معلومات نہ ملتی پائیں۔ حالانکہ
 امام ابن تیمیہؒ دین اسلام میں ایک انتہائی رکھنے میں لگتی
 عالمِ دینؒ کے ہمارے ایسے علمائے حق پرست آتا ہے ہر لغزش سے
 پاک صرف محمد رسول اللہؐ ہیں۔

جیسا کہ علامہ البانیؒ نے ابن تیمیہؒ کے بارے میں لکھا۔

فَمِنْ الْعَجَبِ حَقًّا أَنْ يَخْتَارَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ ابْنَ تَيْمِيَّةَ عَلَى
 إِنْكَارِ هَذَا الْخَبَرِ وَتَكْذِيبِهِ فِي مَنَاجِ السُّنَّةِ
 شَيْخُ الْإِسْلَامِ ابْنُ تَيْمِيَّةَ كَأَنَّ حَدِيثَ "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ
 فَقُلِيَ" مَوْلَاهُ "كَأَنَّكَ رَاوِدُهُ" ابْنُ تَيْمِيَّةَ كَأَنَّكَ رَاوِدُهُ "كَأَنَّكَ رَاوِدُهُ" ابْنُ تَيْمِيَّةَ كَأَنَّكَ رَاوِدُهُ
 (4/104)

فَلَا أَتَرَى بَعْدَ ذَلِكَ وَجْهَ تَكْذِيبِهِ لِلْخَبَرِ إِلَّا التَّسَوُّعَ
 وَالْمَبَالَغَةَ فِي الرَّدِّ عَلَى الشَّيْخِ
 مجھے اس حدیث کی تکذیب کی وجہ معلوم نہیں کیا ہے، سوائے جلد بازی،

مبادیٰ ہیزی صرف شیعہ کے رو میں (سلسلہ سیم ۲۶۳)

□ احادیث کے تمام طرق جمع کر کے بوقت نظر جانچنے سے پہلے، جلد
 بازی میں ضعیف کا حکم لگانا یا ان کا مبالغہ ہے۔

(سلسلہ سیم چہارم ص 344)

امام ابن تیمیہؒ نے سر مبارک کا ہر مذہب شریف دفن ہونا قابل اعتماد طور پر لکھا
 ہے۔ لیکن عقلاً اور عقلاً یہ ثابت نہ ہو سکا کہ سر مبارک کوفہ سے ہر مذہب شریف براہ راست کیسے
 پہنچی گیا؟ کیونکہ قافلہ اہل بیت کے افراد شام گئے۔ ان کے ساتھ سر مبارک کا جانا عقلاً اور عقلاً
 درست معلوم ہوتا ہے۔ دنیوی انعام کے حریص جیسے ابن زیاد کے پاس سر کو لائے تھے۔
 ویسے ہی وہ بڑے بڑے بھی سر حسینؒ کو دکھا کر بھاری معاوضے مانگتے تھے۔
 دوسرا بڑے کیسے مطمئن ہوتا اگر سر اسے دکھائے بغیر ہی۔ کوفہ سے سید حامدؒ نے چلا
 جاتا اور دفن کر دیا جاتا۔

اے موجِ حاکم ان کو بھی، دوچار چیز سے جکے سے
 کچھ لوگ ابھی تک رسائل سے، موجوں کا نظارہ کرتے ہیں

شوشی عنایب نے روحِ جان میں پھونک دی
 درنہ یہاں کلی کلی مست تھی خوابِ ناز میں

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا امام حسین علیہ السلام کے لئے زبردست خراج تحسین
وَوَقَعَ الْقَتْلَ حَتَّى أَكْرَمَ اللَّهُ الْحُسَيْنَ وَمَنْ أَكْرَمَهُ مِنْ
أَهْلِ بَيْتِهِ بِالشَّهَادَةِ وَالْوَصِيِّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَأَرْضَاهُمْ
"مقام حسین دوسرا پڑھو اس کی کہ اللہ نے حضرت حسین اور آپ کے
اہل بیت کو شرف شہادت عطا فرمایا۔ اللہ ان سے راضی ہوا"
وَأَهَانَ بِالْبَغْيِ وَالظُّلْمِ وَالْعُدْوَانِ مَنْ أَهَانَهُ بِمَا اسْتَهْجَاهُ مِنْ
خَوَاصِهِمْ وَاسْتَحْلَهُ مِنْ دِمَائِهِمْ
"اور جنہوں نے ان کی حرمت پامال کی بغاوت و ظلم سے، انہیں اللہ
نے ذلیل و رسوا کیا۔"

"وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ"
جسے اللہ ذلیل و خوار کر دے اسے کچھ کوئی عزت دینے والا نہیں۔
اللہ جو چاہتا ہے وہ کر گزرتا ہے۔ (الحج: 18)
وَكَانَ ذَلِكُمْ مِنْ بَعْنَةِ اللَّهِ عَلَى الْحُسَيْنِ وَحُجَّتِهِ لَدَى رَبِّهِ
مَنْزِلَ الشَّهَادَةِ حَيْثُ لَمْ يَخْضَلْ لَهُ مِنْ أَوَّلِ الْإِسْلَامِ مِنْ
الْأَنْبِيَاءِ وَالْإِمَامِينَ مَا خَضَلْ لِسَابِقِ أَهْلِ بَيْتِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَأَبِيهِ وَغَيْبِهِ وَنِعْمَ أَبُوهِمْ ﷺ۔

حسین پر اللہ کی عظیم نفرت اور احسان تھا کہ انہیں شہداء کے مرتبے
تک پہنچائے۔ جیسا کہ وہ ابتداء سے اسلام کی آزمائشوں سے محروم
رہے تھے۔ جو ان کے تمام خاندان کو نصیب ہو گئی۔ ان کے
نامہ پڑپڑ کو ان کے والد علی علیہ السلام کو، ان کے چچا جعفر علیہ السلام کو، ان
کے والد کے چچا حضرت عمر فاروق علیہ السلام کو۔

وَأَمَّا كَوْنُ الْفَضْلِ الْخَاصِّ فَلَا رَيْبَ أَنَّ تَعَالَاهُمُ الْفَضْلَ الْوَغْدَانِ
انہیں تیسرے تیسرے فرماتے ہیں یہ اہل بیت حسب ساری حقوق سے افضل تھے تو بلاشبہ
ان کے اعمال بھی افضل اعمال ہو گئے۔

حدیث نمبر ۱۰۱

آگے ابن تیمیہ رحمہ اللہ صحیح مسلم کی روایت ذکر کرتے ہیں۔

أَنَّه كَانَ ﷺ: يَوْمَ عِيدِهِمْ أَدْعُوَكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي،
أَدْعُوَكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أَدْعُوَكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي
حضور ﷺ نے حج سے واپسی پر عید پر ارشاد فرمایا:

لوگو! میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں، اللہ کی یاد دلاتا
ہوں۔ یہ تمہیں (3) بار فرمایا۔ یعنی میرے گھرانے سے حسن سلوک
کرنا۔ بدسلوکی نہ کرنا۔ (رأس الحسین ص 200)

عذریتم پر اس ارشاد میں یہ نکتہ پوشیدہ ہے۔ جو عرقات کے میدان میں نہ فرمایا
جہاں سارے مسلمان، سو اٹھ تھے بھی زیادہ موجود تھے شاید قدرت کی طرف سے اشارہ ہو
کہ عذریتم پر واپسی کے واقعے میں اہل شام تھے۔ خاص طور پر انہیں خردوار کرنا مقصود تھا۔
جنہوں نے بعد میں وہی کیا جس کا حضور ﷺ کو خطرہ تھا۔

امام حسین علیہ السلام کیوں لٹکے جبکہ ہمدرد انہیں روک رہے تھے؟

اس سوال کا جواب مذکور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بیان سے واضح ہو گیا کہ خداوند عالم نے انہیں اپنے گزشتہ عظیم الشان بزرگ شہداء کے مرتبے پر فائز المرام کرنا تھا۔ دوسرا ان کا عمل کوئی معمولی نہ تھا بلکہ جیسے وہ خود جو انسان جنت کے سردار تھے وہی ہی انہوں نے طرز حکومت کو واپس خلافت کی طرف لانے کے لئے عظیم الشان قربانی پیش کر دی۔

عَلَى الْمَرْءِ أَنْ يَسْعَى وَيَنْدُلَ جُهْدَهُ
وَلَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يَتِمَّ الْمَقْصِدُ

جو انسان مرد کے ذمہ سعی و جہد ہوتی ہے۔ یہ اس کی ذمہ داری نہیں ہے کہ حالات کا رخ بدل کے ہی چھوڑے۔

طیلس القدر امام علیہ السلام نے اپنی ذمہ داری بھرا کے دکھادی۔ باقی لوگ بس تبصرے ہی کرتے رہ گئے اور آج تک گوشوں اور جھروں میں بیٹھے شخص تنقید ہی کر رہے ہیں۔

کچھ کچھ کر ہی ہوا ہوں سوچ دریا کا حریف
ورنہ میں بھی جانتا ہوں عافیت سائل پہ ہے

قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر، نبی رحمت ﷺ کا اظہار بخش

صحیح بخاری میں ہے: قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ، وحشی جب اہل طائف کے ہمراہ، دربار نبوت میں، مدینہ شریف آیا، کہتا ہے: جب مجھے حضور ﷺ نے دیکھا، پوچھا:

أَنْتَ وَخِشْي؟
”کیا تو ہی وحشی ہے؟“

میں نے عرض کیا، جی ہاں! پھر پوچھا:

أَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ؟

”کیا تو نے حمزہ کو قتل کیا تھا؟“

میں نے کہا، جی حضور ﷺ! پھر فرمایا:

فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُعْطِبَ وَخِشْيَ عَيْنِي؟

”کیا یہ ممکن ہے کہ تو اپنا چہرہ مجھ سے چھپالے یا دور رہے؟“

تو میں نکل آیا۔ (حدیث 4072، بخاری شریف)

اس سے آگے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ سے روایت لائے ہیں:

فَقِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا وَخِشْيُ،

فَقَالَ ﷺ: ”ذَعْوُهُ فَلَا يَسْلَامُ وَجْهِي وَاجِدُ، أَسْبَأُ إِلَى مَنْ

قَتَلَ الْفَيْءَ مَخَافِي“

حضور ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ وحشی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو،

ایک آدمی کا مسلمان ہو جانا، مجھے ہزار کا فتنہ کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ یعنی اسلام لے

اس کی جان بخشی کی ہے، ورنہ واجب القتل تھا۔

آگے ابن حجر رحمہ اللہ مستدللانہ آؤ دیکھیں کہ یہ روایت بھی لائے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

”عَتَبَ وَجْهَكَ عَنِّي فَلَا أَزَاكَ“

اپنا چہرہ مجھ سے چھپانے رکھ، آئندہ کبھی دیکھنے نہ پاؤں۔

(فتح الباری جلد ہفتم ص: 459، ص: 462)

حضور ﷺ اپنے محبوب چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے وحشیانہ قتل پر، انتہائی صدمے سے دوچار تھے۔ قاتل چچا جب مسلمان ہو کے سامنے آیا، تو قانون خداوندی کے پابند و پیغمبر ﷺ، قانون شریعت کے مطابق اسے معاف کرتے ہیں، مگر قانون فطرت کے ہاتھوں مجبور ہیں کہ ایک ظالم اور قاتل کو معاف کرنے کے باوجود فرماتے ہیں کہ اپنا چہرہ مجھ سے چھپائے رکھنا، تجھے دیکھ کر میرا زخمِ دل برا ہو جاتا ہے اور صدمہ تازہ ہو جاتا ہے۔ یہ تو معاملہ تھا، اس شخص کا، جس نے حالت کفر میں، یہ جرم کیا تھا اور اسلام قبول کرنے کے بعد بخشا گیا اور چہرہ کشائی سے محروم ہوا۔ لیکن جس نے مسلمان ہوتے ہوئے، نواسہ رسول ﷺ کو بے دردی سے قتل کیا، اس کا کیا بے گناہ کیا؟ اسے بھی حضور ﷺ رو بہِ مشرکین فرمائیں گے کہ

”عَتَبَ وَجْهَكَ عَنِّي فَلَا أَزَاكَ“

مجھ سے اپنا چہرہ دور کر، آئندہ کبھی نہ دیکھو۔ یا قاتل نواسہ

رسول ﷺ کو کوئی اور سزا نصیب ہوگی؟

آپ ﷺ کے چچا کو قتل کرنے والا، چہرہ دکھانے کے قاتل نہ رہا اور کیا قاتل حسین رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ سے لگا گئیں گے؟ اور اس کا منہ چھس گئے؟ بلکہ قتل حسین کے منصوبہ ساز، جو مرکز و صوبائی حکومت کے ذمہ دار تھے، وہ سب و سیاہ ہوں گے۔

آسمانِ راقع پر دو گروہوں، ہزاروں نظریاتِ رحمت، لعائن میں ﷺ یعنی آسمان کو پورا حق حاصل تھا کہ جب حضور ﷺ کے نظریاتِ زوال پذیر ہوں تو وہ خون کی بارش برساتا رہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ یہ روایت بیان کرتے ہیں

حدیث نمبر ۱۲

حدثني اليث قال ابي الحسن بن علي رضي الله عنهما ان بنينا قتلوه فقتلوه فقتلوه و قتلوا ابني واصحابه الذين قاتلوه منه بمن كان يقال له الطلق والطلق يعني بن الحسين و فاطمة بنت حسين و سكتة بنت حسين ابي عبد الله بن زناد و علي بن يونس و علام قد بلغ قبعت بهم ابي يزيد بن معاوية فامر بسكتة ففعلها خلف سريره فلما تولى رأس أبيها و دوى قرأ أبيها و علي بن الحسن في غلٍ فوضع رأسه فصرَب علي يميني الحسن رضي الله عنهما ففان

و نلقى هاما من رجال ابي

إلينا وهم غانوا غل و اخلنا

”امام ایت رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے گرفتاری دینے سے انکار کیا۔ دشمنوں نے ان سے جنگ لڑی اور انہیں قتل کر ڈالا، امام کے دونوں بیٹے اور دیگر ساتھی بھی انہوں نے قتل کئے، جن ساتھیوں نے امام کے ساتھ قتل لڑی تھی۔ یہ سب مقام ”خلف“ پر شہید ہوئے۔ امام زین العابدین اور ان کی دونوں بیٹیں، فاطمہ اور سکتہ کو ان زیادہ کے پاس لایا گیا۔ زین العابدین ان دونوں جوان تھے (یتیمی) ان جہ سے بچنے لگے۔ ان زیادہ نے ان سب کو بڑید کے پاس بھیجا۔ سکتہ کو تخت کے پیچھے کیا گیا تاکہ اپنے باپ حسین رضی اللہ عنہ کا سر نہ دیکھ سکے، نہ دیگر رشتہ داروں کے سر دیکھے اور امام

زمین العابدینؑ میں بکڑے ہوئے تھے۔ زیاد نے اپنے سامنے رکھے ہوئے سر مبارک کو دانتوں پر چھڑی مارتے ہوئے شعر کہا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

”کھواریں! ان لوگوں کی کھوپڑیاں اڑا دیجیے جو ہمارے لئے بھاری ہوں۔ اور وہ بڑے ہی سرکش اور ظالم تھے۔ نعوذ باللہ!“

فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ

”مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ إِلَّا فِيَّ كَيْفَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُرْكَهَ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ“ (الحدید، 22)

فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ يُرِيدُ أَنْ يَتَمَثَّلَ بِشَيْءٍ بَعِيرٍ وَلَا عَلَى آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ يُرِيدُ: بَلْ يَسْأَلُ حَسَنَتِ الْيَدِ بَعْثُكُمْ وَ

يَنْفَعُو عَنْ حَسَنٍ، فَقَالَ عَلِيُّ: أَمَّا وَاللَّهِ لَوْ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ مَعْلُومِينَ لَأَحَبَّ أَنْ يُخَلِّينَا مِنَ الْعَلِيِّ قَالَ صَدَقْتَ فَعَلَوْهُمْ

مِنَ الْعَلِيِّ، قَالَ: وَلَوْ وَفَّقْنَا بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَى بَعْدِ لَأَحَبَّ أَنْ يَقْرَبَنَا، قَالَ: صَدَقْتَ، فَقَرَّبُوهُمْ، فَجَعَلَتْ

فَاطِمَةُ وَحَسَنَةُ يَنْظُرَانِ إِلَيْهِمَا وَأَمْسَ ابْنُهُمَا وَجَعَلَ يُرِيدُ يَنْظُرُونَ فِي مَجْلِسِهِ لِيَسْمُرَ عَنْهُمَا وَأَمْسَ ابْنُهُمَا ثُمَّ أَمْرَهُمَا

فَجَبَّهَزُوا فَاصْلَحَ إِلَيْهِمَا وَأَخْبَرُوا إِلَى الْمَدِينَةِ

(امام ذہبی نے اس حکایت کو فی الاسناد کہا۔ سیر اعلام ص 319، رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر دوم ص 230 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر سوم ص 104 مطبوعہ دارالعلوم تحقیق

محمدی عبد المجید السنن، ورجالہ ثقاہ، مجمع الزوائد جلد ختم ص 227 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام زین العابدینؑ نے زیاد کے شعر کے جواب میں قرآن کریم کی آیت پڑھی،

”کونسی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں یا قہار سے اپنے نفس پر نازل ہوتی ہو اور ہم نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب (یعنی نوشتہ تقدیر) میں لکھ نہ رکھا ہو۔ ایسا کرنا اللہ کے لئے بہت آسان کام ہے۔“

زیاد کو اپنے خوش کردہ شعر کے مقابلے، یہ آیت بھاری گلی تو زیاد نے کہا یہ سب ہمارے قاصد کی کمائی ہے اور وہ اکثر معاف کرتا ہے۔

امام زین العابدینؑ نے کہا، اگر رسول اللہ ﷺ ہمیں چیزوں میں بندھے ہوئے دیکھتے تو ضرور چیزیاں کھلوادیتے۔ زیاد نے کہا: تو نے درست کہا تو ان کی چیزیاں کھول دیں۔ پھر امامؑ نے کہا: اگر حضور ﷺ ہمیں اپنے سامنے دو کدھرے دیکھتے تو ضرور قریب کر لیتے۔ زیاد نے کہا: تو نے سچ کہا انہیں قریب کر دیا گیا۔

فاطمہ اور یکتہ نریاں، اپنے باپ حسینؑ کا سر بلند ہو کر دیکھنے کی کوشش کرنے لگیں اور زیاد نے بیٹھنے کی جگہ اونچا ہو گا رہا کہ سر حسینؑ کو ان کی بیٹیوں سے چھپائے۔ پھر انہیں تیار کر کے یہ روانہ کر دیا۔

صحیح حدیث کے مقابلے میں قولِ امام

ان صحیح احادیث کے مقابلے میں قولِ امام ابن جریرؒ یہ ہے ہوا اور کسی امام کا قول، کیا اسے قبول کیا جاسکتا ہے؟ ہمارے نزدیک ہر حال میں صحیح حدیث اقوالِ ائمہ پر مقدم ہے

امید ہے قارئین اب ان صحیح روایات کے بعد، سر امام حسینؑ دوبارہ زیاد میں جانے کو افسانہ نہیں کہیں گے۔ جسے حدیث اور محدثین کرام حقیقت بتاتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو یہ کردار عزیمت کہاں سے نصیب ہوا؟

وہ کردار حسین علیہ السلام سے ملا ہے۔ کہ ظالم و جابر اور نام کے مسلم حکمرانوں کو راہ راست پر لانے کے لئے، جبروں کے بجائے میدان عمل میں نکلا جائے۔ جیسا کہ ہر دور کے خالموں سے انہیاً بگڑا ہے۔

جیسے نو اسیر رسول اللہ ﷺ نے وقت کے ظالم اور خلافت راشدہ کے خالصوں کو لٹکا رکھا۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ، مومنین علیہ السلام کو کچھ گئے مگر ہمارے دینی دشمنان کچھ پائے۔

۔ نکل کر خالق ہوں سے ادا کر دم شیریں

اسلام اور مسلمانوں کو جن عصری مسائل کا سامنا ہے۔ ان سے علماء کی اکثریت غافل و کاہل ہے۔

بس ان کے بچے، قہر، ان کے دستا فضیلت، ان کے نورانی چہرے، کبھی راہ خدا میں خاک آلود نہ ہوئے۔ خون آلود ہوتا تو دور کی بات ہے۔ ان کے اگلے لباس و کچھ کریوں لگتا ہے جیسے کپڑا ان پام جرم ہوں۔ جو دیکھنے میں بہت بھلے، خوبصورت اور خوشنما لگتے ہیں۔ جبکہ انہوں نے کبھی شاہین اسلام کا کردار ادا نہ کیا۔

۔ وہ غریب خورد و شاہین جو پلا ہو کر کوسوں میں

اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

(اقبال)

علامہ البانی رحمہ اللہ یہ حدیث بھی لائے ہیں

حدیث نمبر 184

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَ مَعَهُ حَسَنٌ وَ حُسَيْنٌ هَذَا عَلَى عَاقِبِهِ وَ هَذَا عَلَى عَاقِبِهِ وَهُوَ يَلْبِسُهُمْ هَذَا مَرَّةً وَ يَلْبِسُهُمْ هَذَا مَرَّةً حَتَّى انْتَهَى إِلَيْنَا فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنَّكَ تُجَبِّسُهُمَا؟ قَالَ مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي يَعْنِي الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ (مسلسلہ احادیث الصحیحہ ششم حدیث 2895)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور ﷺ گھر سے باہر نکلے۔ آپ کے ساتھ حسن اور حسین علیہ السلام بھی تھے۔ یہ اس کدے پر سوار تھا وہ دوسرے کدے پر سوار تھا۔ کبھی حضور ﷺ اس کو چومتے، کبھی اس کو چومتے، چلتے چلتے ہمارے پاس آئے۔ ایک آدمی نے پوچھا حضور ﷺ! آپ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ جو ان دونوں سے پیار کرے گا، گویا اس نے مجھ سے پیار کیا۔ جو ان دونوں سے بغض رکھے گا، گویا اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ یعنی حسن اور حسین علیہ السلام۔

ناصعیت کیا ہے؟

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال ہوا:

روافضیہ نواصب کا کیا طریقہ ہے؟

جو اب میں فرمایا۔ روافضیہ صحابہ کرام سے بغض رکھتے ہیں۔

وَ اَمَّا تَوَاصِبُ فِهِمْ الدِّينَ تَصَوُّرَ الْعَدَاوَةِ لِاَهْلِ الْبَيْتِ وَ
تَبَرُّاُ مِنْهُمْ وَ عَفْوُهُمْ وَ قَسْفُوهُمْ
"ہمیں لوگ وہ ہیں جنہوں نے اہل بیت سے عداوت دل میں پال
رکھی ہے۔ ان کی تحفیر کرتے ہیں۔ انہیں فاسق کہتے ہیں، ان سے
بیزاری کرتے ہیں۔" (عتقہ وہ اسلیہ، سوال نمبر 212)

قاتل حسینؑ کی روایت حدیث

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

صحابی رسول ﷺ کا بیٹا، عمر بن سعد بن ابی وقاص سے کچھ لوگوں
نے روایت کی ہے اور اسے ثقہ تابعی کہہ ڈالا۔

(1) لیکن استاد امام بخاری بخاری بن عیین نے کہا۔ حَفِيفٌ يَحْكُمُ مِنْ قَتْلِ
الْحُسَيْنِ فَقَدْ؟ جو حسینؑ کو قتل کرے، وہ ثقہ؟ (قاتلِ ائمہ) کیسے
ہو سکتا ہے؟

(2) توضیح کے ایک آدمی نے عمر بن سعد سے روایت کرنے والے کو
کہا یا ابا سعید! اَهَذَا قَاتِلُ الْحُسَيْنِ فَسَكَنَ۔ فَقَالَ لَعْنُ
قَاتِلِ الْحُسَيْنِ تَحَدَّثْنَا؟ فَسَكَنَ۔

اے ابو سعید! یہ ابنِ سعد، قاتل حسین ہے۔ تو وہ خاموش ہو گیا۔ پھر
اس نے کہا تم کہیں قاتل حسین سے حدیث بیان کرتے ہو؟ تو راوی
خاموش ہو گیا۔

(3) عمر بن علی سے ایک آدمی نے کہا: اَمَّا تَخَافُ اللّٰهَ تَوَدُّ عَنِ
عَفْوٍ مِّنْ سَعْيٍ؟ فَكَيْ؟ وَ قَالَ لَا اَعُوذُ۔ کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا،
ابنِ سعد سے روایت کرتا ہے؟ تو راوی روپا۔ پھر اس نے کہا آئندہ

کبھی اس سے روایت نہیں کروں گا۔

آگے ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

قُلْتُ غَرِبَ ابْنُ قُصَيْوْنَ فَلَمْ تَكُنْ فِي الصَّحَابَةِ

میرا کہنا یہ ہے کہ، ابنِ قنیون نے انوکھی بات کی کہ اسے صحابہ میں ذکر کر دیا۔
آگے ابن حجر، ابنِ سعد کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں۔

جب امام حسینؑ عراق پہنچے، تو عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو رو سے
اور ہمدان کا گورنر مقرر کر دیا۔ اور گم دیا کہ امام حسینؑ کی طرف جائے۔ اس کے
ساتھ چار ہزار (4000) کا لشکر دیا۔ پہلے تو عمر نے انکار کیا۔ ابنِ زیاد نے کہا۔ اگر یہ
کام نہیں کرے گا تو میں تجھے گورنری سے معزول کر دوں گا اور تیرا گھر برباد کر دوں گا۔
پھر اس نے اس کی اطاعت کی اور حسینؑ سے جا کر جنگ لڑی اور انہیں قتل کر دیا۔
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ (تہذیبِ اہجدیب جلد 7 ص 451)

امام ابنِ حبیب عسقلانی کی یہ بات ذکر ہوئی تھی کہ نامی وہ ہیں جو اہل بیت سے
بغض رکھتے ہیں۔ اب بتا ہے جو براہِ راست قتل حسینؑ کے مجرم پائے گئے، وہ کیا
قرار پائیں گے؟

کل کر خائفوں سے ادا کر رسم شیری
کہ فخرِ خائفی ہے فقط اعداء و دشمنی
ترے دین و ادب سے آری ہے بوئے رہبانی
جی ہے مرنے والی امتوں کا عالم جی

(اردن 4 ج 749)

قدردانِ حسین علیہ السلام، فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۱۴

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ابِرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطِّابِ الْخَطَمَاءَ
وَالْحُسَيْنَ بِفَرِيْقَةِ الْبَيْتِ مَعَ أَهْلِ بَدْوٍ لَقُوا بَيْنَهُمَا رَسُولَ اللَّهِ
بِئْتَابِ عُمَرَ فَارْقَ بَيْنَهُمَا بَيْنَ عُمَرَ وَبَيْنَ الْحُسَيْنِ وَبَيْنَ عُمَرَ وَبَيْنَ الْحُسَيْنِ
(علی علیہ السلام) کے برابر مقرر کئے جو اہل بدر کے مخالف کے مساوی تھے۔

حسین کے مخالف کا اجتماع یہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ما ذہبی جلد سوم ص 266)

دوسرے مقام پر امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان الفاظ کا اضافہ درج کیا۔ لَكِنِّي وَاجِبٌ
خُصْمَةُ الْأَوَّلِ بِرَأْيِكُمْ كَيْلَيْكُمُ الْبُرَادُ (5000) مقرر تھے۔ (حوالہ مذکور ص 285)
(۱) ثکا و فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ میں حسن اور حسین علیہ السلام کی محفلت دیکھیں۔

"جنگ بدر" مسلمانوں کا پہلا معرکہ تھا جس پر قرآن کریم مکمل کر دیا کرتا ہے۔
حسین اس معرکہ عظیم میں شریک نہیں تھے۔ بلکہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

جنگ بدر میں دو ہجری کو ہوئی۔ اس کے ایک سال بعد حسن علیہ السلام تین ہجری کو اور
حسین علیہ السلام چار ہجری کو پیدا ہوئے۔ لیکن عدلِ فاروقی یہ ہے کہ جو بچہ اہل بیت کا ہو۔ وہ
بدری صحابہ کے برابر وظیفہ پائے۔

لیکن ہمارے لوگوں کی عقل کہاں گھاس چرے چلی گئی کہ حضرت حسین علیہ السلام کے
بارے میں نفی و عداوت کا زہر منہ سے اگلنے پھرتے ہیں؟

(۲) ایک روز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما باپ کے پاس شکایت لائے کہ ابائی! آپ نے
میرے اور حسن و حسین کے دشمنی کیساں کیوں مقرر کر دیئے؟ میں تو حضور ﷺ کے

آگے آگے جہاد میں نکھار چلا تھا جبکہ یہ دونوں اس وقت مدینہ کی گھوٹ میں کپڑوں میں
انچ کر گر پڑے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو جواب دیا کہ ایک شرط پر تیرا وظیفہ ان کے
برابر کرتا ہوں۔

أَنْ تُحْضِرُنِي أَبَا مِثْلِ أَبِيهِمَا وَ أُمًّا مِثْلِ أُمِّهِمَا وَ جَدًّا مِثْلِ
جَدِّهِمَا۔

"ان کے جیسا باپ، ان جیسی ماں، ان کے جیسا نانا، لے کر آ۔"

یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انتہا کر دی ہے۔

ان کا باپ علی رضی اللہ عنہ ہے۔

ان کی ماں فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا ہے۔

ان کے نانا ساری مخلوق کے سردار، اور خالق کائنات کے محبوب ہیں۔

(مقدمہ کتاب المواقفة بہن اہل البیت و الصحابة)

ص: 3 از علامہ زعفرانی

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا انداز شفقت

حدیث نمبر ۱۵۱

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ روایت لائے ہیں۔

”امام حسین رضی اللہ عنہ خود راوی ہیں، فرماتے ہیں، میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلبہ دیتے ہوئے منبر پر چڑھ گیا۔ میں نے کہا میرے باپ کے منبر سے نیچے اتریں۔ اور اپنے باپ کے منبر پر جائیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے (خبر منانے کے بجائے نرمی اور شفقت سے فرمایا: میرے باپ کا تو کوئی منبر نہ تھا۔ مجھے چلا کر اپنے ساتھ بٹھالیا۔ میرے ہاتھ میں ننگریاں تھیں جن سے کھینٹا رہا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب منبر سے نیچے اترے تو مجھے بھی ساتھ ہی اپنے گھر لے گئے۔ مجھے پوچھا یہ تجھے کس نے سکھایا تھا؟ میں نے کہا خدا کی قسم! مجھے کسی نے نہیں سکھایا پھر فرمایا۔ میرا باپ آپ پر قرآن!

کاش آپ میرے پاس آیا کریں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک دن میں گیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خصوصی میٹنگ کر رہے تھے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ دروازے پر اجازت کا منتظر تھا (ممکن ہے اسے اجازت نہ ملی ہو) دوواپس چلا گیا، میں بھی اس کے ساتھ واپس چلا آیا۔

کچھ دنوں بعد میرا حضرت عمر سے آنا سامنا ہوا۔ فرمایا۔ کیا بات ہے کبھی نظر نہیں آئے؟“

میں نے کہا! سے امیر المومنین میں تو آیا تھا مگر آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خلوت

میں میٹنگ کر رہے تھے۔ میں بھی اور آپ کا بیٹا بھی، واپس چلے آئے۔

فَقَالَ: أَنْتَ أَخِي بِالْإِذْنِ مِنْ أَبِي عُمَرَ،

”فرمایا: آپ میرے بیٹے سے زیادہ حقدار ہیں۔ یعنی آپ کو اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔“

فَالْتَمَأَ الْبَيْتَ مَا تَقْرَأُ فِي رُؤُوسِنَا اللَّهُ لَمْ نَقْتُمْ

”یہ جو میں عزت ملی ہوئی ہے، یہ اللہ کے بعد تمہاری ہی عطا کردہ ہے۔“ (الاصابہ دوم ص 69 و سند صحیح)

تشریح

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شفقت و محبت دیکھیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صلح بات کا ذرا بھی برا نہ منایا۔ بلکہ اعترافِ عظمت کا اظہار کیا کہ یہ منبر واقعی آپ کے نام لایا گیا تھا۔ میرے باپ کا نہیں۔

دوسری عظمت کا اظہار کہ میری نظروں سے اوصل نہ رہا کرو۔ اپنا بیٹا نہ کروا تے رہا کرو۔ اپنے بیٹے کو اندر آنے کے لئے میری اجازت درکار ہے۔ مگر آپ کو اندر آنے کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

تیسرا اظہار عظمت خلیفہ راشد کا کہ یہ عز و شرف ہمیں، اللہ کے بعد تمہاری ہی عطا کر دیا ہے۔ اولوالعزم خلیفہ جس کے سامنے کفر کرتا تھا وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے بچھ جاتے تھے۔

دوسری طرف یہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تنہا نبیوں میں بھی ہدایات دیتے رہے اور انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر بھی بنایا۔ صحیح بخاری کتاب المغازی حدیث 4108 میں دیکھیں کس رحمت کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توجہ کی؟ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر لٹکا رہا جو اس خلافت کا آرزو مند ہے، وہ ذرا اپنا سر اٹھا۔

ہم اس خلافت کے زیادہ مقدار ہیں، اس سے اور اس کے باپ سے۔“
بعد میں ان عمرؓ نے بتایا کہ وہ کیے گھر کر گئے اور اس جنگ کی کوئی گے۔
اپنے عظیم حسن فاروقِ عظیم کے کس قدر احسان فراموش نکلے۔
علامہ ذہبیؒ نے لکھا۔

أَنَّ عُمَرَ حَسَنًا أَبْنَاءَ الصَّخَايَةِ وَلَمْ يَكُنْ فِي ذَلِكَ مَا يَضِلُّ
لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَكَبَّ إِلَى الْيَمَنِ فَاتَى بَيْتَهُمَا
فَقَالَ: الْآنَ طَابَتْ نَفْسِي (سیر اعلام النبلاء، جلد سوم ص 285)
”حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں صحابہ کرام کے بچوں کو
سنے کپڑے پہنائے۔ لیکن ان کپڑوں میں ایسے نہ تھے جو حسن و
حسینؓ کو زیب دیتے۔ حضرت عمرؓ نے پھر ایک ادنیٰ کو یمن
دوڑایا۔ وہ ہمہ کپڑے لایا۔ حسینؓ کو پہنا کر عمرؓ نے فرمایا۔
اب میرا دل خوش ہوا ہے۔“

کہ رہا ہے شور دیا ہے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا غم ہے اتنی ہی خاموشی ہے

حضرات حسینؓ اور حضرت بلالؓ

حدیث نمبر ۱۵۸

علامہ ابن اثیرؒ نے روایت لکھے ہیں۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے،

کہ حضور ﷺ کی وفات پر بلالؓ مدینہ پھوڑ کر مشق جا رہے۔

لَمْ يَنْ يَلَا لَا رَأَى النَّبِيَّ ﷺ فِي مَنَابِهِ وَهُوَ يَقُولُ مَا هَذِهِ
الْحَقُوقُ يَا بِلَالُ؟ مَا أَتَى لَكَ أَنْ تَقُولَ وَتَقُولَ؟

”بلالؓ نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ فرما
رہے تھے۔

بال! یہ کیا ہے دفاتی ہے، ہمارے زیارت کرنے کا ابھی وقت نہیں
آیا ہے؟“

فَأَنشَأَ خَرْنِبًا فَرَسَبَ إِلَى الْقَدِيدَةِ فَاتَى قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ فَجَعَلَ
يَبْكِي عِنْدَهُ وَيَتَمَرَّعُ عَلَيْهِ فَاقْبَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ ﷺ

بیدار ہوئے تو بہت غمگین تھے۔ فوراً انتقام کر کے سواری پکڑی، دمشق سے روانہ

ہو کر، مدینہ منورہ پہنچے، محبوب ﷺ کی قبر پر حاضر ہوئے اور روتے رہے۔ قبر شریف پر

لوٹ پٹت ہوئے رہے۔ اتنے میں حسنؓ اور حسینؓ آ گئے۔

فَجَعَلَ يَمْسُكُهُمَا وَ يَتَمَرَّعُ عَلَيْهِمَا فَقَالَ لَهُ نَفْسُهُمَا أَنْ تَوَدَّ فِي

الشَّجَرِ فَقَدْ لَمْ يَطْلُغِ الْمَسْجِدُ

”حضرت بلالؓ حسینؓ کو چومتے رہے اور انہیں اپنے سینے

سے چماتے رہے۔ دونوں نواسر رسول ﷺ نے بلالؓ سے

فرمائش کی، ہماری تنہا ہے کہ آپ اذان فجر کہیں۔ بال مسجد کی
چھت پر چڑھے۔

قُلْنَا قَالَ اللَّهُ أَكْثَرُ النَّاسِ أَكْثَرُ رِزْقِهِ تَحْتَ الْمَدِينَةِ
”جب اس نے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ مدینہ شریف کا پ
اٹھا۔“

قُلْنَا قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَآدَتِ رَجُلَهَا
جب

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پکارا

تو مدینہ میں زلزلے کی کیفیت میں اور اضافہ ہو گیا۔

قُلْنَا قَالَ أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، حَوَّجَ الْيَتَامَ مِنْ
حُدُودِهِمْ قَمًا وَيَوْمَ أَكْثَرُ نَارِكُمْ وَتَأْكِنَةُ مِنْ ذَلِكَ الْيَوْمِ

جب

أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کی آواز فضاؤں میں گونجی،

مدینہ کی خواتین اپنی پھتوں پر چڑھ کر بے تاب ہو گئیں۔ لوگ
دھڑکیں مار کر روئے اور اس روز خواتین حضرات خوب روئے۔ اتنا
کبھی روتے ہوئے نہ پائے گئے۔ (اسد الغابہ جلد اول ص 417)

اس روایت میں دیکھیے،

بال علیہ السلام، کس طرح فرط محبت سے حسین علیہ السلام کو بار بار چومتے اور گلے لگاتے
ہیں۔ ان کے نورانی چہروں میں کس کس محبوب علیہ السلام نظر آتا تھا۔ اور ان کی فرمائش کو پورا
کرتے ہیں، حالانکہ وہ بڑے عہدہ پر پہنچے تھے۔

فَلْيَنْتَ لِي أَوْ قَدْ لِي خَلَوْ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ

”میں رسول علیہ السلام کے بعد کسی کیلئے اذان نہیں کہوں گا۔“

(صغیر اصفہانی، تاریخ الجوزی جلد اول ص 164)

حضرت بال علیہ السلام صرف رسول علیہ السلام کے موزن تھے۔

حضور رسول علیہ السلام کے بعد انہوں نے اذان کہنا ترک کر دیا، کہ ان کی اذان سننے
والی محبوب شخصیت دنیا میں نہ رہی تو اب کسے اذان سنائیں؟

جہاد کے لئے جنگی محاذوں پر چلے گئے۔

مگر حسین علیہ السلام کی فرمائش بال نہ سکے۔

مدت بعد مدینہ کی فضاؤں میں اذان بالی گونجی تو صحابہ و صحابیات علیہم السلام کو دور

نبوی علیہ السلام یاد آ یا، سب چھوٹ کر رونے لگے۔ اذان بالی نے مدینہ کو پھر سوگوار کر دیا۔

لوگ ٹھہرائے ہوئے گھروں سے والہانہ نکل کھڑے ہوئے کہ شاید حضور رسول علیہ السلام دوبارہ
تشریف لے آئے ہیں۔

جب انہیں یاد کر لیا صبح مہک مہک اُجھی
جب ان کا غم جگا لیا تو رات بھر بھل بھل گئی

حضور ﷺ اور آل بیت جنت کے ایک ہی محل میں ہوں گے
حدیث نمبر ۱۴

علامہ الباقی نے بیحد یہ روایت بھی لائے ہیں۔

”حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں: حضور ﷺ ایک رات ہمارے پاس تشریف لائے۔ رات ہمارے پاس بسر کی۔ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سوئے ہوئے تھے۔ رات بچوں کو پیاس لگی تو حسن نے پانی مانگا۔ تانا حضور ﷺ پانی کے برتن کے پاس گئے۔ پیالے میں پانی ڈالا۔ پھر حسن رضی اللہ عنہ کو پیانے لگے۔ حسین نے لپک کر پکڑنے کی کوشش کی، تو آپ ﷺ نے اسے روکا اور حسن کو پہلے پایا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ابا جان! لگتا ہے کہ آپ ﷺ سے زیادہ محبت کرتے ہیں! فرمایا یہ بات نہیں، دراصل اس نے پہلے پانی مانگا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔“
یعنی وَرَبَّكَ وَهَذَيْنِ وَهَذَا الرَّأْفَةُ بَعْضُ بَعْضٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي مَنَاجِدٍ وَأَجِيدٍ بَعْضُ فَاطِمَةَ وَوَلَدَيْهَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنِ عَزَّوَجَلَّ
”بے شک میں اور تو (فاطمہ) اور یہ دونوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) اور یہ سوچا ہوا شخص یعنی علی رضی اللہ عنہ قیامت کے روز، ایک ہی محل میں اکٹھے ہوں گے۔ یعنی فاطمہ اور دونوں بیٹے حسن و حسین عَزَّوَجَلَّ۔“

تشریح

حضور ﷺ کا مقام جنت میں کیا ہوگا؟ جہاں فرمایا کہ علی و فاطمہ اور حسن و حسین اسی مقام پر ہوں گے۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ مؤذن جو کچھ کہتا جائے سامع ساتھ ساتھ دہرا تا جائے۔ بعد ازاں دعا مانگے۔

اَللّٰهُمَّ رَمَتْ حِلْيَةُ الدَّعْوَةِ النَّاصِيَةِ وَالْقُلُوبَةُ الْقَائِمَةِ اَبَتْ مُحَمَّدًا
وَالْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَاَبْعَثَهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا اَلْبَدِيَّ وَعِزَّتُهُ حَلَّتْ
لَهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (کتاب الاذان، حدیث نمبر 614)
”جو یہ دعا پڑھے گا۔ اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی
روز قیامت ہمارے مضمون سے متعلق اس دعا کا وہ جملہ ہے، اے تمہارا
اولیاء کرامے اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَحْمَدُكَ وَنُحِبُّكَ وَنُطِيعُكَ وَنُطِيعُكَ وَنُطِيعُكَ وَنُطِيعُكَ
علامہ ابن حجر عسقلانی نے بیحد لکھتے ہیں۔

اَلْوَسِيْلَةُ هِيَ مَا يَقْرَأُ بِهِ اِلٰى الْكَبِيْرِ
وہ چیز ہے جس کے ذریعے سے بڑی ہستی کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

وَلْتُنْفِثْ عَلٰى الْمُنْزِلَةِ الْعَلِيَّةِ اور عطا علی شان منزل کو کہتے ہیں۔ صحیح مسلم
میں یہ وصاف حق القادس

فَوَاللّٰهِ مَنْ لَمْ يَفِيْ الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ اِلَّا اَعْبُدُوْهُ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ
”جنت کا وہ محل ہے جو ساری مخلوق میں سے ایک ہی بندے کے شان
شان ہے۔“ (یعنی رسول ﷺ کے لئے) (فتح الباری، دوم ص 125)

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ قصر جنت صرف ایک ہی
خاندان کے لئے ہے۔ جس میں حضور ﷺ اپنی تمام ازواج مطہرات، حضرت فاطمہ علیہا السلام اور
حسن و حسین کے ساتھ اس میں مستقل قیام پذیر ہوں گے۔ اس عظیم الشان محل کی خصوصیت یہ
ہوگی کہ حضور ﷺ کے وہ تنہائی جنتی امتیں کے لئے جو شاید اربوں کی تعداد سے بھی زیادہ
ہوں ان سب کے لئے اس بے مثل محل میں چری بوری وسعت اور کثرت و دلالت و بڑی کی بہت
زیادہ کلی گنجائش ہوگی، اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی زیارت باسعادت کیلئے زائرین تو اس بلند
مرتبہ قصر میں عارضی طور پر جایا کریں گے۔ مگر آپ کے اہل خانہ و اہل بیت اس میں عارضی

نہیں، بلکہ کچے کچے ہمیشہ کے لئے سکوت پذیر رہیں گے۔ زائرین بعد زیارت نبوی واپس اپنے اپنے مکانات میں چلے جایا کریں گے۔ نبوت کا گھرانہ وہیں رہتا ہے گا۔ اس لئے ہماری عاجزانہ استدعا ہے کہ اہل بیت کے کسی فرد سے ذرا سامان بھی دل میں میل آ پاتا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس عظیم الشان محل میں کھائی کر زیارت نبوی علیہ السلام سے محروم رہ جائیں۔ کیونکہ اس محل کا صلہ باشندے حضور ﷺ اور ان کے گھرانے کے افراد ہی ہوں گے۔ لہذا نہ آل بیت سے بغض رکھیں نہ ازواج مطہرات سے۔ دونوں ہی قابلِ احترام و قابلِ محبت ہیں۔

۔ میں دل کو روؤں یا جگر کو

بھری دونوں سے آشنائی ہے

□ قرآن کریم میں سورہ الطور کی آیت 21 اس حدیث 12 کی تائید و توثیق کرتی ہے۔

”اور جو لوگ ایمان لائے، اور ان کی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، تو ہم (اپنے فضل و کرم سے) ان کی ذریت کو (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل سے ہم تکمیل بھی کم نہ کریں گے۔“

مجھے اپنی بستی کی شرم ہے
مگر اپنے دل کو نہیں کیا کرہ
زی رملتوں کا خیال ہے
اسے پھر بھی عشق وصال ہے

احترام حسین علیہ السلام اور نعمان بن بشیر علیہ السلام

حدیث نمبر 13

علامہ طبرانی بیہود یہ روایت بھی لائے ہیں۔

”حضرت حسین علیہ السلام اپنی زمین کی طرف نکلے جو حرہ سے باہر تھی۔ اور ہم پیدل چل رہے تھے۔ اچانک حضرت نعمان بن بشیر علیہ السلام اپنے منجر پر سوار آگے سے آ رہے تھے۔ فوراً منجر سے نیچے اتر کر پھر سواری کے لئے حضرت حسین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور کہا۔ اے اللہ کی کے بندے! اس پر سوار ہو جائیں۔ امام حسین علیہ السلام کو اچھانہ لگا۔ مگر نعمان اللہ کی قسمیں ڈال رہے تھے۔ یہ مشکل امام حسین علیہ السلام سوار ہونے کو تیار ہوئے۔ اور فرمایا۔ نعمان! آپ نے قسمیں کھا کر مجھے مجبور کیا ہے۔ لہذا آگے (فرخت سیٹ پر) آپ بیٹھیں، میں آپ کے پیچھے بیٹھوں گا۔ کیونکہ میں نے اپنی والدہ و محترمہ قاطرہ علیہا سے حضور ﷺ کی حدیث سنی ہے۔“

اَلْجُلُّ اَحَقُّ بِضَلْوٰی دَاۤیْمَہٗ وَ ضَلْوٰی لِوَاۤیْمَہٗ وَالشَّارَۃُ فِیْ مَنْذِرٍ لِّہٖ اِلَّا اِنَّمَا مَا یَجْمَعُ النَّاسُ عَلَیْہِ

”آدمی اپنی سواری پر آ کر بیٹھنے، اپنے ہنتر پر آ کر بیٹھنے اور اپنی مسجد میں امامت کروانے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ البتہ وہ امام جس پر لوگ متفق ہوں اس سے مستثنیٰ ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ کسی کو اجازت دے۔“

نعمان نے کہا رسول ﷺ کی نکتہ جگر نے بالکل جی فرمایا۔ میں نے بھی اپنے والد بشیر علیہ السلام سے ایسا ہی سنا تھا۔ جیسے فاطمہ علیہا نے فرمایا ہے۔ لیکن حضور ﷺ نے آخر

میں یہ بھی فرمایا: **إِنَّ مَنَ إِقْبَنَ مَرْجَسَ وَاجَازَتِ دَعَا**۔

فَرَكَبَ حُسَيْنٌ عَلَى السَّوْجِ وَ زَيْدٌ عَلَى الْأَنْصَارِيِّ

حضرت حسین آگے سوار ہوئے اور نعمان انصاری ان کے پیچھے بیٹھے۔ (الحکم الکبیر للطبرانی جلد نمبر 371 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ)

تشریح

اس حدیث شریف میں احترام حسین علیہ السلام کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

حضرت نعمان علیہ السلام کا امام حسین علیہ السلام کو دیکھتے ہی سواری سے نیچے اتر آنا کس قدر محبت و احترام ہے؟

اپنی سواری امام کے لئے پیش کر دینا۔ اور زمینیں کھا کھا کر منہ نہایت کرنا۔

سواری پر آگے بیٹھنے کے بجائے امام کے پیچھے بیٹھنا۔ یہ قہامت و احترام اہل بیت، صحابہ کرام کے دلوں میں، یہ نعمان و بنی ہاشم جو۔

امام ابن جریر مقدانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

جب مسلم بن قیس علیہ السلام کی بارہ ہزار (12000) کوفوں نے بیعت کی تو یہ بڑا

ایک مافی اعراب بن شیر کے پاس جا کے کہتا ہے۔ **فَلَمْ يَضِيقْ قَوْماً مُسْتَضْعَفٌ قَدْ قَسَدَ الْفُلُكُ** بے شک تو کمزور و حاکم یا بے بس ہے۔ سارا شہر یا فانی ہو گیا ہے۔

حضرت نعمان علیہ السلام نے اس حای یہ کہ تو تاریخی جواب دیا۔

لَآ اَكُوْنَ حَضِيْفًا فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكُوْنَ قُوْتًا فِيْ مَغْصِبِهِ مَا كُنْتُ لَاْ خِيْلَكَ يَسْفُرُ؟

”اللہ کی فرمانبرداری میں، میں کمزور ہو جاؤں تو مجھے یہ محبوب ہے۔

پہ نسبت اس کے کہ اللہ کا نافرمان ہو کر طاقتور ہوں۔ میں پر دے کو

چھڑائیں سکتا یعنی میں ان کو سوائیں کروں گا۔“

پھر اسی سرکاری معلو ر نے یہ کولکھ بھجا۔ یہ بڑے یہ یہ کتاب پر ہتے ہی اپنے مشیر خاص عیسائی تمام سر جو ن کو بلا دیا۔ اور اس سے مشور کیا۔ اس عیسائی نے مشورہ دیا کہ نعمان کے بجائے عبد اللہ بن زیاد کی کوٹھک پر سکتا ہے۔ حالانکہ قبل ازیں بڑے، عبد اللہ بن زیاد سے ناراض تھا اور یہ اسے اصرہ کی حاکمیت سے معزول کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

رومی عیسائی سازش

□ (قیصر روم اپنی چال چلتا رہا۔ بڑی انکسیر کے تحت امیر معاویہ علیہ السلام کے گھر عیسائی عورت میمون کو مسلمان بنانے کے داخل کیا اسی سے یہ پیدا ہوا جس کی پرورش عیسائی قبیلے کے انضیال میں ہوئی۔ اس کو مسلم بیوی کو امیر معاویہ علیہ السلام نے طلاق بھی دے دی تھی۔ عیسائیوں کی گہری سازش تھی کہ مرکزی مسلم حکومت میں اپنے مشنری لوگ داخل کرے۔ انہی میں سے یہ خصوصی مشیر ”سرجون“ بھی تھا۔

جس نے یہ کوا ن زیاد کا مشورہ دیکر گورنر کوفہ بنوایا۔ اور میدان کربلا میں خاندان نبوت کو کچل دیا۔ اور عیسائی دنیا اپنے مہلبہ کی ہزیمت کا انتقام لینے میں کامیاب ہوئی۔

(جیسا کہ مصر حاضر میں با سر عرقا ت کے گھر میں پوری منصوبہ بندی کر کے ایک عیسائی عورت داخل کی گئی۔ جس کا نام انجام دینا ہے دیکھ لیا۔)

یہ بڑے ان بن زیاد کو کھل کھسا کہ میں تجھ سے اب راضی ہو گیا ہوں۔ لہذا اصرہ کی گورنری کے ساتھ ساتھ تجھے کوٹھک بھی گورنر بنانا ہوں اور اسے حکم دیا کہ مسلم بن قیس علیہ السلام کو تلاش کر کے قتل کر دے۔

(الا سپرد دوم ص 69، 70)

یہ بڑے کا جیو لا گورنر ابن زیاد لعنتی

پھر علامہ ابن جریر مقدانی رحمہ اللہ نے کافی تفصیل لکھی ہے کہ ابن زیاد نے کیسے جلاو

بن کراہل بیت کو تھپتھپا کیا۔

ان جرحہ کی تحریر کے مطابق یہ ان لوگوں کا رویہ ہے کہ یہ بے گناہ تھا یہ سب کچھ ان زیادہ نے کیا تھا؟ نہیں، بلکہ اہل بیت کو کچھ کیلئے زیادہ نے حضرت نعمانؓ کو معزول کر کے، اپنے بیہوشی شیر خاص "سرجون" کے مشورہ سے، معتوب ابن زیاد کو راضی کر کے کوفہ قتل صالحین کا انتقام اس کے سپرد کیا۔ جو قتل صالحین کا مشاق جہاں تھا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ مجرم ہونے کی یہ ہے کہ جو امام ابن جیہ نے فرمائی۔

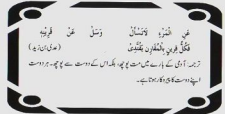
لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ

(۱) زیادہ نے حضرت حسینؓ کے قتل کو بر ملا برائت کہا۔

(۲) شان کا انتقام لیا نہ ان کے خون کا (قصاص) بدلہ لیا۔

(۳) یہ سب اس پر واجب تھا۔

اسی بنا پر اہل حق اسے طاقت کرتے ہیں۔ کہ جو واجب کام تھا وہ چھوڑ دیا۔ اور دیگر کاموں میں لگ گیا۔ (فتاویٰ ابن جیہ جلد دوم ص 253)



حسینؓ کیلئے شفقت پیغمبر ﷺ

حدیث نمبر ۴۴

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّيَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يُلْعَنَانِ وَيَقْعُدَانِ عَلَى ظَهْرِهِ فَأَخَذَ الْمُسْلِمُونَ يُمِطُّونَهُمَا فَلَمَّا انْصُرَفَ لَمَّا نَازِلًا عَلَيْهِمَا قَدَرُوهُمَا بِأَيْمٍ وَ أَيْمٍ مِنْ أَخِيهِ فَلْيُحِبَّ هَذَيْنِ۔ (سلسلہ صحیحہ جلد نمبر ۴۰۰۲)

آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے جب آپ کھڑے میں جاتے تو حسن و حسینؓ آپ کی کمر پر بیٹھ جائے لوگ اس حالت میں دونوں بچوں کو دوسکتے، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

انہیں کچھ نہ کہو۔

دوسری روایت کے الفاظ یہ بھی ہیں

کہ آپ ﷺ نے دونوں بچوں کو اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا۔

جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے، وہ وہاں دونوں سے بھی محبت کرے۔

(مسند صلوٰۃ النبی ص ۱۷۱)

حدیث نمبر ۸۲

علامہ ابان بن عثمانؓ نے یہ حدیث بھی بنی نہائی کے حوالے سے ذکر کی ہے۔
 ”حضرت شہداء علیہ السلام نے ذکر کیا۔

حضور ﷺ ہمارے پاس حسن یا حسینؓ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے نکھر پٹے لائے۔ بچہ کو نیچے بٹھا کر نماز کے لئے آگے بڑھے، نماز کی تکبیر کی نماز پڑھی نماز میں سجدہ ہوا لہذا کیا۔
 راوی شہداء نے کہا۔

قَرَفْتُ زُلْمِي وَ إِذَا الصَّبِيُّ عَلَى ظَهْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ هُوَ سَاجِدٌ

میں نے دوران سجدہ سر اٹھا کے دیکھا۔ تو وہ بچہ رسول ﷺ کی کمر پر تھا۔ جبکہ آپ ﷺ سجدہ میں تھے۔

میں پھر واپس سجدہ میں چلا گیا۔ جب حضور ﷺ نے نماز مکمل پڑھا لی تو لوگوں نے کہا۔

اے اللہ کے رسول ﷺ! آج آپ نے معمول کے خلاف سجدہ ہوا کر دیا تو ہمیں گمان گزرا شاید کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے یا آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ان میں سے کوئی چیز نہ ہوئی۔

وَلَكِنْ اِنِّي رَأَيْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِي تَالِبٍ حَتَّى يَغْضِبَ حَاجَتَهُ
 ”میں میرا بیٹا علیؓ پر سوار ہوا کیا تھا۔ میں نے جلد بازی سے کام نہ لیا۔ کہ یہ اپنا شوق پورا کرے۔“ (مروء صلوٰۃ لیبی ﷺ، بنی نہائی حدیث 1140)

حسینؓ کیلئے جنت کی بشارت

حدیث نمبر ۸۳

علامہ ابان بن عثمانؓ یہ حدیث بھی لائے ہیں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَمَّا قَالَ مَنْ سَرَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ﷺ فَإِنَّهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ (سلسلة الاماديات جلد ۱ ص ۴۰۰۳ حدیث 4003)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا
 ”جیسے چاہتی آؤ گی دیکھنا پسند ہو، وہ حسین بن علیؓ کو دیکھے۔“

جابرؓ کہتے ہیں کہ یہ میں نے رسول ﷺ سے سنا تھا۔

امام ابن حبانؓ نے اپنی تصنیف میں یہ جملہ لکھا ہے۔ مذکور حدیث پر
 وَ كُنْ رِجَالُ الْخَلْقِ لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَ قَدْ قَعَلُ (صحیح ابن حبان جلد 15 حدیث نمبر 6966)

اس میں امام حسینؓ کے لئے جنت کا ثبوت ہے اور اللہ نے ایسا کر دیا ہے۔

مختصر وضاحت

گزشتہ تین صحیح احادیث امام حسینؓ کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے۔

حدیث 14 اور 15 میں ذکر ہوا کہ جب حضور ﷺ سجدے میں ہوتے تو حسینؓ آپ ﷺ کو سوار کیا لیتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی خاطر سجدہ اتنا کیا کہ وہ یا کر صحابہ کرامؓ گھرا گئے کہ شاید کوئی حادثہ پیش آ گیا۔ اگر صحابہ نے حسینؓ کو حضور ﷺ کی کمر سے اتارنے کی کوشش کی تو آپ ﷺ نے منع فرما دیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ

”جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ ان دونوں سے محبت کرے۔“

اب جو نامی لوگ کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ حکومت وقت کے خلاف کیوں نکلتے؟ وہ خود ہی سوچ لیں کہ وہ کس قسم کی محبت کا اظہار کر رہے ہیں۔ کیا یہی فضائے نبوت ہے؟ یا اپنی خواہش نفس کی پیروی ہے؟

حدیث 16 میں حضور ﷺ کا فرمان دیکھیں کہ امام حسین کو آپ ﷺ جتنی بتا رہے ہیں اور (Clear Cut) دونوں اعزاز میں نام لکھ کر فرما رہے کہ حسین علیہ جتنی ہے۔ قاتل حسین، بڑے کا کہیں نام لکھ کر حضور ﷺ سے اسے جنت کی بشارت نہیں دی۔ ایک مجمل روایت تھیں کہ کوئی خواہ مخواہ صحیح جان کر اسے معلوم دہم میں شامل کئے جا رہے ہیں۔ حالانکہ اس اہمائی حدیث کی وضاحت منن ابی داؤد سلیمہ دار ابن حزم بیروت کی صحیح حدیث 2512 کتاب الجہاد نے کردی ہے کہ پہلے لشکر کے امیر خالد بن ولید کے صاحبزادے عبدالرحمن تھے۔ اور علامہ ابن حجر عسقلانی بیروت فرماتے ہیں۔

وَمَكَانَتْ غُرُوقُهُ بِوَيْلِدٍ الْمَذْكُورَةِ فِي مَسَاقِ الْأَنْبِيَاءِ وَخَمْسِينَ

مِنَ الْبُحُورَةِ (فتح الباری، کتاب الجہاد، جلد 6 ص 126)

”بڑے کا غرور و مذکورہ تیس دن (52) بھری کا ہے۔“

(اس وقت بڑے کی عمر 6 یا 7 برس تھی۔)

امام ابن حبیہ علیہ پر اللہ رحم فرمائے۔ وہ کسی غلامی میں لکھ بے بعد میں آنے والے لوگ اندھے مقلدوں کی طرح کبھی پرکھی مارتے چلے جا رہے ہیں۔ جبکہ ائمہ محدثین کی اکثریت امام ابن حبیہ علیہ کے خیال سے بالکل مختلف ہے۔ حتیٰ حضرات عزم ہیں کہ وہ اپنے امام کے مقلد ہیں۔ اور ادھر کیا ہو رہا ہے؟ امام ابن حبیہ علیہ کی تھادی بھی کیا واجب ہو گئی ہے؟ حالانکہ اچھے محدث کا معیار اتباع قرآن و سنت ہے۔ لیکن آج دیگر مقلدین کی طرح، اگر کاموں کو صرف آخر تک لیا گیا تو بات کہاں تک پہنچے گی؟

□ لہذا اہل بیت کی محبت واجب ہے۔ جس پر واضح نصوص موجود ہیں۔ قرآن و حدیث میں جو اسماء کے لئے کوئی قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں۔ یا کون سے حضور ﷺ کے فرامین ان کی تعریف اور مدح میں جنت کی بشارت لئے بیان ہوئے ہیں؟

امت کی برپادی قریشی لڑکوں سے

ان بے نصیبوں کے لئے حضور ﷺ کا یہی فرمان کافی ہے جو حج بخاری میں آیا ہے۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمُسْتَوْفَى يَقُولُ

هَلَكَةُ أُمَّتِي عَلَى يَدَيِ عِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ

”ابو ہریرہ علیہ نے کہا۔ میں نے خدا کے نہایت بے تحاشہ حضور ﷺ سے سنا ہے وہ فرما رہے تھے۔ میری امت کی برپادی قریش کے

چھوڑ کر ان کے ہاتھوں ہوگی۔“ (کتاب الفتن حدیث 7058)

علامہ ابن حجر علیہ شرح میں مزید لکھتے ہیں۔ دوسری روایت یہ بھی عِلْمَةُ مُنْفَعَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ ”بے وقف قریشی لڑکوں کے ہاتھ میری امت کی خرابی ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر جاہلوں میں ان کے نام تک بتا سکتا ہوں۔ ابن حجر علیہ لکھتے ہیں كَانَ أَكْهَرُ بَرِيَّةٍ كَانَ يُعْرِفُ أَسْمَاءَهُمْ كَمَا لَا ابْرَهْرَةَ انْ أَحَقَّ قُرَيْشِي لِأَكْثَرِ انْ تَمَكَّ جَانَتْ تَهْت۔

□ دوسرے فرمان بے تحاشہ حضور ﷺ ان سے نصیب ہوئے کیلئے ان میں حجر علیہ ذکر کرتے ہیں۔

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ إِتْرَارَةِ الْيَسِينِ إِنْ أَعْلَمْتُمْهُمْ هَلَكَتُمْ وَإِنْ

عَصَيْتُمْهُمْ أَهْلَكْتُمْ

”میں لڑکوں کی حکمت سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اگر تم ان کی پیروی کرو

گے۔ ہلاک ہو جاؤ گے (دین کے حوالے سے) اور اگر تم ان کی نافرمانی

کرو گے تو تمہیں جہاد کر کے کھدیں گے۔ (دنیا کے حوالے سے)“

□ حضوری انہی پیش گوئیوں سے گھبرائے ہوئے ابو ہریرہؓ بازاروں میں پلٹے پھرتے یہ دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَذِرْ تُحِبِّيْ سَنَةً يَّسِيْرَةً وَلَا اِمَارَةً الضَّيْبَانِ
 "اے اللہ! مجھے دس سال (60) دکھانا نہ لڑکوں کی حکومت دیکھنا نصیب ہو۔ یعنی وہ وقت آنے سے پہلے ہی مجھے دنیا سے اٹھائیں۔"

ابن حجر عسقلانیؒ تفریح میں مزید لکھتے ہیں۔

یہ کھلا اشارہ ہے کہ سب سے پہلا ٹھکانہ دس سال (60) میں یزید بن معاویہ، ہے، جو اسی سال حکومت پر قابض ہوا۔

آگے فرماتے ہیں۔ وہ لوگوں کو حکومت کے حصول کیلئے بلاک کریں گے۔

آگے ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔

وَ اِنْ اَوَّلَهُمْ يَوْمُهُ حَمْدًا ذِيْ غَلِيْبَةٍ قَوْلُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَاْسِ
 الْيَسِيْرِيْنَ وَ اِمَارَةَ الضَّيْبَانِ فَاِنَّ يَوْمَهُ كَانَ عَلَاً يَنْتَوِيْجُ
 النُّسُوْجِ مِنْ اِمَارَةِ الْبُلْدَانِ الْكِبَارِ وَ يَوَلِّيْهَا الْاَصَاغِرُ
 مِنْ اَتَاغِيْرِهِ

"قول ابی ہریرہؓ دلالت کرتا ہے کہ سب سے پہلا لڑاکا یزید تھا۔ جو دو سو اسی سال کے شروع ہونے سے اور لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگتے تھے۔ یزید بڑے بڑے شیوخ کو کوشموں سے معزول کر کے اپنے رشتہ دار لڑکوں کا فخر رکھتا جاتا تھا۔"

یہ ہے وہ قیل و ذکر جی جس کے لئے تاجی جنت کے ٹکٹ بانٹ رہے ہیں۔ حالانکہ نبی اکرمؐ نے اس کے دور سے ہی اللہ کی پناہ مانگی اور حضرت ابو ہریرہؓ جیسے عیسیٰ اللہ رحمائی اس کے دور سے پہلے مرنے کی دعا نہیں کرتے رہے۔

(فتح الباری جلد 13 صفحہ 12 تا 15)

□ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے امام حسن بصریؒ کا قول نقل کیا۔

لَمَّا قَدِمَ عَلَيَّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ لَوِيْبًا، اَمْرَةً عَلَيْنَا مُعَاوِيَةُ عَلَامًا
 سَفِيْهَا يَسْلُكُ الْبَقَاعَ سَفْكًَا ضَيْبِيْكَ (حوالہ مذکور ص 159)
 حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔

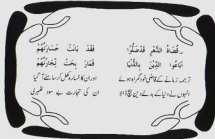
جب ابن زید اور ہمارا حکم بن کے آیا تھے معاویہ نے بھیجا تھا۔

یہ وہ یہ خوف لڑاکا تھا جس نے مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا یعنی بڑا قاتل اور شاک تھا۔

یہی تھا وہ خونخوار اور درندہ حضرت امیر معاویہؓ کا مقرر کیا ہوا جیالا، جسے بعد میں یزید نے چن کر کوفہ میں بھیجا تاکہ نبی اکرمؐ کے محترم مقدس نعش کو کچل کر رکھ دے۔

□ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ خاتمہ اجد شین کی تحقیقات بخوامیہ کو،

اگر کوئی افسانے کہے تو اس کے طم کا تم نہ دیا جائے تو اور کیا کیا جائے؟



کہاں خونِ شہیدان؟ کہاں چھمک کا لہو؟

حدیث نمبر 17

صحیح بخاری میں ہے۔ ابن ابی قحطہؓ کہتے ہیں: ایک غرم (لباسِ احرام پہنے ہوئے) نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا کہ کبھی کو قتل کرنے کا کیا تقارہ ہے؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔ عراقی لوگ قتلِ ذاباب کے بارے میں پوچھتے ہیں جبکہ انہوں نے دخترِ رسولؐ کے لختِ جگر کو قتل کر ڈالا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ هَذَا وَنَحْنُ نَقَاتِي مِنَ الدُّبَابِ

”حسن اور حسینؑ دونوں میری دنیا کے مہکتے پھول ہیں۔“

امام بخاریؒ نے ان احادیث کا باب باندھا ہے۔

(باب مناقب الحسن والحسينؑ ذکورہ حدیث 3753)

تشریح

حافظ ابن حجرؒ ایک اور روایت لائے ہیں۔

”سُبُلُ ابنِ عمر عن دَمِ النُّعْرَضِ نُسِيبُ النُّوْبِ“

”حضرت ابن عمرؓ سے سوال ہوا کہ چھمک کا خون کپڑے کو لگ جائے تو کیا نماز ہو جاتی ہے؟“ سنن ابی داؤد کی روایت کے حوالے سے ابن حجرؒ نے ذکر کیا۔

فَقَدْ بَا أَهْلُ الْعِرَاقِ اتَّسَلُوا نِيَّيْنِ عَنِ الدُّبَابِ؟

ابن عمرؓ نے فرمایا۔ اے عراقیو! تم مجھ سے کبھی مارنے کا جرم پوچھتے ہو؟

أَوْرَدَ ابْنُ عَصَمٍ هَذَا مُتَعَجِّبًا مِنْ جَرْمِ أَهْلِ الْعِرَاقِ عَلَى

السَّوَالِ عَنِ الشَّيْئِ الْبَئِيسِ وَتَغْرِيبِهِمْ فِي الشَّيْءِ الْفَجِئِ

مقامتِ نبی

”حضرت ابن عمرؓ کو خیرانی اور توجہ ہوا اہل عراق کے معمولی بچہ کے سوال پر۔ اور مکمل القدر (اہل بیت) نہایت بڑی بات کے جرم کی کوتاہی پر۔“

آخر پر حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ کا فرمان پیش کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔

”حسن اور حسینؑ دونوں میری دنیا کے مہکتے پھول ہیں۔“

ان مہکتے پھولوں سے حضور ﷺ کو خوشبو آتی تھی وہ شہادتِ علمی کی خوشبو تھی۔ جس سے آپ کا دماغ مقدس معطر ہو جاتا تھا۔ پھر خوشبوئے شہادت سے آگے خوشبوئے ہنست آتی تھی کہ جو انسان ہنست کی سرداری کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عراقیوں پر طعنِ عامت اس لئے کی کہ ان کا دل بھی قتلِ حسینؑ پر شند پر رنجیدہ تھا۔

حضرت ابن عمرؓ کی بیعت پر یزید کیلئے

شہادتِ حسینؑ کے بعد امام عالی مقامؑ کا مقصد شہادتِ رنگ لایا اور مسلمانوں کی خواہشِ غفلت سے آنکھیں کھلیں۔

اہل مکہ نے یزید کی بغاوت کر دی

اہل کوفہ میں تو (تَوَلَّوْا) مرنے مارنے پر چل گئے۔ ہزار شہید ہو گئے۔

اہل مدینہ نے علمِ بغاوت بلند کر دیا۔

ان تینوں بڑے علاقوں میں صحابہ کرام انصار و مہاجر کثرت سے موجود تھے۔

بغاری شریط کی روایت ہے کہ اہل مدینہ کی بغاوت پر ابن عمرؓ نے اپنی آل

اولاد کو اکٹھا کر کے کہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، بے وقا کیلئے قیامت کے روز، پرچم لہرایا

جائے گا۔ ”ہم نے اس آدمی (یزید) کی بیعت اللہ اور رسول ﷺ کی بیعت پر کی تھی۔ اس کے بعد بیعت توڑنے سے بڑھ کر اور کوئی جرم نہیں کر قتل و غارت کار سبک مل جائے۔ (صحیح بخاری حدیث 7111)

تشریح

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے لکھتے ہیں۔

بیعت اور رشوت

أَنَّ مُعَاوِيَةَ أَرَادَ أَنْ يُبَاعِيَ لِيُوَدِّعَ قَائِمِي وَ
قَالَ ﷺ لَا بُدَّ لِيُؤَيِّدُنِي قَارِئُ الْقِيَمَةِ مُعَاوِيَةَ بِمَانَةِ الْغَيْبِ
يَرْزُقُهُمْ فَاتَّخَذَهَا قَدَسٌ إِلَيْهِ رَجُلًا فَقَالَ لَهُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُبَاعِيَ
فَقَالَ إِنَّ ذَاكَ لَذَلِكَ (يعني عطاء ذلك المال لا تجلي وقول
المناقب) إِنَّ دِينِي عِنْدِي إِذَا لَمْ يَخْصُصْ

”بے شک معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اپنے (بیٹے) یزید کے لئے بیعت لینا چاہی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں بیک وقت دو (2) امیروں (حکمرانوں) کی بیعت نہیں کرتا۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک لاکھ (100000) درہم بھیجا۔ انہوں نے (یہ سمجھ کر کہ میرا حق یہ ہے مال سے) لے لیا۔ پھر ایک جاووس کو ان کے پیچھے لگا دیا اس نے حضرت عبداللہ سے کہا آپ کو یزید کی بیعت سے کیا چیز روکتی ہے؟ حضرت عبداللہ کو کچھ آگئی اور فرمایا۔ اچھا! ایک لاکھ (100000) درہم اس بیعت کی قیمت (رشوت) ہے۔ بے شک میرا دین تو میری بہت سزا ہے۔“ (فتح الباری جلد 3 ص 88)

□ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو خط لکھا کہ میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑی تو اس وقت اپنے خاندان کو انکار کر کے حدیث سنائی تھی۔
□ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرا کہنا یہ ہے۔

بغایت مدینہ کا سبب یہ ہے کہ یزید نے اپنے چچا ازادیمان کو مدینہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ اہل مدینہ نے ایک وفد یزید کے پاس بھیجا، ان میں عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ (غُصْبُ السَّلَاطَةِ) اور عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ وغیرہم تھے۔ یزید نے ان کی مہمان نوازی کی اور عطیات دیئے۔

فَرَجَعُوا قَاطِبَةً وَأَعْتَبَهُ وَنَسُوهُ إِلَى شُرْبِ الْخَمْرِ وَغَيْرِ ذَلِكَ
اس وفد نے مدینہ پہنچ کر رپورٹ دی کہ یزید میں یہ یہ عیب اور خرابیاں ہیں۔ اور اس کے شراب پینے کی بات کی، اور بھی کی کچھ ذکر کیا۔

یہ سن کر اہل مدینہ (گورنر) عامل یزید پر فوٹ پڑے اور اسے مدینہ بدر کر دیا۔ اور یزید کی جماعت کا اعلان کر دیا۔ یزید کو بغاوت کی خبر ملی تو اس نے مسلم بن عقبہ کی زیرکمان مدینہ منورہ پر چڑھائی کے لئے لشکر روانہ کیا۔ اسے حکم دیا کہ تین (3) دن تک انہیں بلائیں، باز آ جائیں تو بہتر، ورنہ انہیں قتل کر دیں۔ جب آپ ان پر غلبہ پا جائیں تو اپنے لشکر کو تین (3) دن کے لئے مکہ کی چھٹی دیں تاکہ ابھی طرح قتل و غارت کریں اور خواتین کی عزتیں لوٹ لیں۔

ابن حجر رحمہ اللہ مزید ذکر کرتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جب وقت اجل آیا تو انہوں نے یزید کو بلا کر آگاہ کیا کہ ایک دن اہل مدینہ سے میرا واسطہ پڑے گا ہمارے وفادار مسلم بن عقبہ کو مدینہ پر چڑھائی کے

یہ بات ہم نے تاریخ سے لی ہے مگر اس کی تائید صرف کثیر شارح موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یعنی علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ سے یوں کی ہے۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا أَسَى عَلَى شَيْءٍ إِلَّا لَقِيَ لَمْ أَقْبَلْ مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْفِئَةِ الْبَاطِلَةِ

”مجھے زندگی بھر کسی چیز کا اتنا غم نہیں ہوا۔ جتنا کہ حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر باغی ٹولے سے جنگ نہ لڑ سکے کا دکھ ہے۔

(الاستیعاب ص 214)

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بچھڑنا وا

□ امام دارقطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا أَسَى عَلَى شَيْءٍ إِلَّا عَلَى أَنَّهُ أَكُونُ فَاتِنْتُ الْفِئَةَ الْبَاطِلَةَ (الموتلف والمختلف ص 1259)

”حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ مجھے کسی چیز پر اتنا بچھڑنا نہیں ہوا جتنا اس بات کا ہے کہ میں نے باغی گروہ سے لڑائی کیوں نہ لڑی۔

□ مَا مَاتَ مُسْرُوْقٌ حَتَّى تَابَ إِلَيَّ اللَّهُ مِنْ تَخْلُيفِهِ عَنِ الْفِئَةِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

”امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے مرنے سے پہلے اللہ سے توبہ کی جو حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ کا لڑائی میں ساتھ نہ دے سکے۔“ (الاستیعاب)

ساب بچھڑتے کیا ہوت

جب چڑیاں چمک گئیں کھیت

سب مجلس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعد میں بچھڑتے رہے۔ کاش خلیفہ راشد حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دے کر خلافت راشدہ کو مستحکم کر لیتے تو بعد میں خاندان نبوت بے دردی

لے روانہ کرنا۔ اس وقت اس نے یہی کہہ دیا۔ (فتح الباری 13 ص 88)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”ناور“ کے لیے یہ شعر جھنڈے کا ذکر فرمایا۔

وَالْمَشْهُورُ أَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ وَادْرَأَ فِي ذِمِّ الْعَادِي وَغَدِيرِهِ لِأَمَانَةِ الْيَمَنِ فَلَلَّهَا لِزَعِيمِهِ وَالْيَزَامِ الْقِيَامَ بِهَا وَالْمُخَالَفَةَ عَلَيْهَا فَمَضَى خَائِفُهُمْ أَوْ تَزَلَّ الشَّفَقَةُ عَلَيْهِمْ وَالْخِيفَةُ بِهِمْ فَلَقَّ غَدْرَ بَعْدِهِ

”اس حدیث سے مراد عوام کے نبھائے سکران ہیں جس کے گلے میں اپنی رعبیت کی امانت کا پناہ ہے، اسے قائم رکھنے کی ذمہ داری ہے اس کی مخالفت اس کے ذمہ ہے۔ جب وہ ان سے خیانت کرے گا۔ اپنی رعایا پر شفقت اور نرمی ترک کرے گا تو وہ حقیقت میں غدار ہوگا جو اپنی ذمہ داریوں سے بھر گیا۔“

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ دوسری تفسیر کرتے ہیں کہ احتمال یہ بھی ہے اس حدیث سے کہ رعایا اپنے سکران سے بے وفائی نہ کرے، کہیں وحدت ملت پارہ نہ ہو جائے۔ ”واضح الاول“ لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے۔ (نبوالمرقاۃ جلد 7 ص 300)

(شرح مسلم نووی رحمۃ اللہ علیہ ج 12 ص 39)

بیعت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

وَلَقَدْ كَانَ ابْنُ الصَّبَاحِ إِذْ بَيْعَةُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِيَزِيدَ عَمَّا كَانَتْ عَمْرُهَا ”بے شک زید کے حق میں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت دل کی کراہت سے تھی۔“ (الاعتصام ص 305)

سے نہ مارا جاتا؟ اور مدینہ شریف میں 7 سو صحابہ اور 2 ہزار کھانا پکھن قتل نہ ہوتے۔ نہ ان کی محترم خواتین کی عزتیں لٹتی۔ نہ خانہ کعبہ کو جلا یا جاتا۔ نہ حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے محمدؓ کو گدھے کی کھال میں ڈال کر زندہ جلا یا جاتا۔ نہ عبداللہ بن زبیرؓ سولی پر لٹکائے جاتے۔ نہ جبر بن عدیؓ کو (راہب امت محمدؓ) (خالد بن ولیدؓ) قتل کیا جاتا۔ نہ ہمیشہ کے لئے ملکیت کا دروازہ کھلتا۔ جو آج تک امت مسلمہ در بدر ہو گئی ہے۔ مسلمانوں کے چاروں بے مثال خلفاء کو آج تک ہم ترس رہے ہیں۔ ان جیسا بے لوث، خدا ترس، دنیا سے بیزار، خلق خدا کا حقیقی خادم، فکر آخرت سے لرزاں و ترساں، خوف خدا سے ہمیشہ اٹھتا رہا اور امت کے لئے ترپنے والے سکران کہاں سے لائیں؟ اقبال اپنے شکوہ میں فرماتے ہیں۔

آئے عشاق مجھے وعدہ فرما لے کر

اب انہیں دھونڈ چرائی رخِ زیبا لے کر

□ خلافت راشدہ کے بعد مسلم سکران نے خدا ہو گئے اور عوام کی اکثریت غیر جانبدار ہو گئی۔ با اثر لوگ ایسے سکرانوں کے خوشامدی بن گئے۔ صدیوں سے یہ ملت تم گشت راہ ہے۔ بس رحمت خداوندی کا سہارا باقی ہے۔

بقول حکیم الامت علامہ اقبالؒ

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی محنت و ہراس سے

ذرا نرم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز سے ساقی

(شکوہ)

□ امت کے عظیم ان خلفائے عظام کو کبھی خالموں نے شہید کر ڈالا۔ جو انسانیت کے عظیم حسن تھے۔

امام حسینؓ کو الوداع کہتے وقت ابن عمرؓ کے جذبات

رخصت کے وقت امام حسینؓ کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے رنجیدہ دل کے ساتھ فرمایا تھا۔

اَسْتَوْوْ عَلَ اللّٰهِ مِنْ مَقْتُولٍ (طبرقی حکیم، رجال البزول لغات)

اے مقتول! میں تجھے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ دوسری روایت یہ بھی

ہے۔ "فَاَعْتَقَ وَ بَحَّى" (میدان الاخبار مقدسی، 191)

حضرت عبداللہؓ کو امام حسینؓ کو الوداع کہتے وقت گلے کر رہے۔

صحابہ کرام کو صاف نظر آ رہا تھا،

کہ ہمارے نبیؐ کا لانا اور اس موت کے من میں چار ہے۔

اس لئے سب گھبرائے ہوئے اور پریشان تھے۔

ان کے نزدیک قتل حسینؓ معمولی حادثہ نہ تھا۔

حکمرانوں کی خوشامد منافقت ہے

صحیح بخاری کی روایت ہے۔

قَالَ اَمَّا سِ يَوْمَئِذٍ عَمْرُو بْنُ لَاحِقٍ۔ اِنَّا نَدْخُلُ عَلَى سُلْطَانِنَا فَتَقُولُ

لَهُمْ بَخِلَافَ مَا نَعْتَكُمُ اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِندِهِمْ قَالَ مُتْنَا

نَعْدَهُمَا بِنَافَقَا (کتاب الامم، حدیث نمبر 7178)

"کچھ لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا، ہم اپنے

بادشاہوں کے دربار میں جاتے ہیں اور ان کے سامنے جو باتیں

کرتے ہیں۔ باہر نکل کر ان کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔

روئے زمین پر افضل ترین اہل بیت

حدیث نمبر ۱۸

عَنِ الْحُسَيْنِ الْبَصَرِيِّ قَالَ قِيلَ مَعَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ
بِسِتَّةِ عَشَرَ وَشِعْلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَاللَّهُ مَا عَلَى كَهْلِهِ الْأَوْحِي
يُؤْمِنُونَ أَهْلُ بَيْتٍ يُشْهِوُونَ

”حسن بصریؒ نے فرمایا۔ امام حسینؑ کے ساتھ ان کے اپنے
گھرانے کے سوا (16) افراد شہید ہوئے۔ ”خدا کی قسم! اس دن
روئے زمین پر۔۔۔ ان کے مالی مقام کا کوئی گھرانہ نہ تھا۔“

قال سفیان۔ وَمَنْ يَشْكُ فِي هَذَا؟

حضرت سفیان نے سن کر فرمایا۔ اس میں کوئی شک کر سکتا ہے؟

(تہذیب طبری کبیر جلد سوم ص 118) اس روایت پر کوئی کام نہیں

□ امام حسن بصریؒ، اہل سنت کے عظیم القدر امام اور تابعی ہیں۔ جنہوں نے امام
الموتین حضرت ام سلمہؓ کا دودھ پیا ہے۔ (العارف ص 194)

□ سفیان ثوری،

كَانَ مِنْ أَزْهَدِ النَّاسِ عَاوِلَ الْخُلَيْفَةِ بِكُنَى الْوَسَائِلِ أَنْ
يُؤْتِيَهُ الْقَضَاءُ فَلَمْ يَرْضَ وَهَرَبَ مِنْهُ وَاسْتَحْطَى وَكَانَ
يَعِيشُ مِنْ رِبْحٍ يَخْدُمُهُ وَكَانَ آتِيَهُ فِي الْجَفِيطِ وَرَوَابِيَةِ
الْخُلَيْفَةِ۔ (العارف، ابن قتيب ص 218)

”حضرت سفیانؒ اپنے زمانے کے عظیم زاہد تھے، وقت کے
حکمران نے اپنی ہر طرح کی کوشش کر ڈالی کہ انہیں قاضی بنائیں، مگر

حضرت عبداللہؑ نے فرمایا۔

”ہم اس کو منافقت سمجھا کرتے تھے۔“

□ کچھ لوگ ابن عمرؓ کے پاس آئے، انہوں نے بڑے کورا کہا۔

فقالؓ، اتَقُولُونَ هَذَا فِي وَجْهِهِمْ؟

کیا تم یہ باتیں ان کے سامنے بھی کرتے ہو؟

قالوا، بَلَى نَمْنَعُهُمْ وَنُتْبِي عَلَيْهِمْ

کہنے لگے:

ان کے منہ پر تو ہم ان کی مدح سرائی اور تعریفیں کرتے ہیں۔

سُزُغْ پے نقاب مصلحتوں کے پڑے ہوئے

لب پے زائد سازی کی مہریں لگی ہوئی

چیسے زبان و دل میں کوئی ربط بھی نہیں

وہ نہ مانے، وہاں سے بھاگ نکلے، اور چپ گئے۔ ان کا گزرا جی
تہارت کے نفع پر تھا اور مثالی حافظہ تھا نیز روایت حدیث میں اللہ کی
نشانی تھی۔

□ امت کے ان عظیم راہبروں کی نگاہ میں امام حسینؑ اور ان کا گمراہ دنیا کے تمام
گمراہوں سے افضل ترین ہے۔ لیکن انہوں کو بعض کم ظرف اس خاندان نبوت کی شان میں
گستاخیاں کرتے ہیں اور ان کا زیاہ حرکات کا نام انہوں نے شانِ صحابہؓ رکھ چھوڑا ہے۔

چند لاوارست دزدے کہ بکف چراغِ وارو

حالا نگہ خاندانِ نبوت کو اللہؑ نے وہ جہی شانِ نسب کی ہے۔

☆ ایک صحابی ہونے کی

☆ دوسرا اہل بیت ہونے کی۔

جبکہ دیگر تمام صحابہؓ دوسری فضیلت سے محروم ہیں۔ وہ صرف اکبری فضیلت صحابی
ہونے کی رکھتے ہیں۔ اس حقیقت حرکت کو ہم ان کی بے شبہی کہہ سکتے ہیں۔ جو صریح قرآن و
حدیث کی نصوص کا منہ چلاتے ہیں۔ اَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْهُ

ہیرو اور زیرو Hero and Zero

□ حیرت کی بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہؑ رب العزت جنہیں اَکْسَابُ قُوْنِ
اَلْوَحْدُوْنِ کہتا ہے۔ جنہوں نے تیرہ (13) برس کے میں کفار کے ظلم برداشت کئے، جنہوں
نے مدینہ منورہ میں ہر وقت میدانِ جہاد میں مثالی جان فدا کی۔ حقیقی ہیرو، خلافت
راشدہ کے انقضاء پر، ہزبر قرار پا گئے۔ اور جو لوگ خدہ اسلام ہو جانے کے بعد مسلسل بائیس
تیس سال مسلمانوں کو پریشان کرتے رہے۔ یہ نبی کے عالم میں جب بچنے کی کوئی
صورت نہ رہی، مجبور ہو کر اہل اسلام کے قافلہ میں شامل ہوئے وہ زیرو (zero) سے ہیرو
(Hero) بن بیٹھے۔ تیرہ گنی دورانِ تو دیکھئے؟

قول محمد بن الحنفیہؑ

حدیث نمبر 15

(1) عَنْ مَلِكِ النُّوَيْرِيِّ قَالَ: إِذَا دَخَلْنَا حُسَيْنًا وَ مَنْ قَبِيلَ
مَعَاذِهِ قَالَ مُحَمَّدٌ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ: قِيلَ مَعَهُ سَبْعَةُ عَشَرَ شَأْنًا
كُلُّهُمْ أَوْ كَلِمَاتٌ فِي دُجَيْمٍ فَاطِمَةُ عَزَّوَجَلَّ

منذ ثوری سے روایت ہے کہ ہم جب بھی حسینؑ کا تذکرہ کرتے
اور ان پاکیزوں کا جو ان کے ساتھ ہی شہید ہوئے تو محمد بن حنفیہؑ
(امام حسینؑ کے سوتیلے بھائی) کہتے۔ امام کے ساتھ سترہ (17)
ایسے جو ان شہید ہوئے جو سب کے سب حضرت فاطمہؑ کے گھٹن
سے تعلق رکھتے تھے۔ (طبرانی کبیر 3 ص 119، رجال کبیر)

(2) عَامِرُ بْنُ جَرْجِیٍّ رَضِیَ اللہ عَنْہُ لَکْتُے ہیں وَلَمَّا بَلَغَ مَسِيرُهُ أَخَاهُ مُحَمَّدَ بْنَ
الْحَنَفِيَّةِ كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَشْرٌ يَتَوَخَّأُ فِيهِ فَيَجْعَلُ حَتَّى مَلَأَهُ
مِنْ دُمُوعِهِ جَبَّ مُحَمَّدُ بْنُ حَنْفِيَّةٍ رَضِیَ اللہ عَنْہُ كَوَانِ بَهَائِ حُسَيْنٍ رَضِیَ اللہ عَنْہُ كِي رَوَاكِي
کی خبر ہوئی تو جس برتن میں وشو کرنے لگے تھے وہ روتے روتے
آنسوؤں سے بھر گیا تھا۔ (الصواعق 249)

(3) امام زہریؒ کہتے ہیں کہ کسی نے محمد بن حنفیہؑ سے پوچھا کیا
بات ہے کہ تیرے باپ (یعنی علیؑ) تھے جن مشکل مہمات میں
ذائل دیتے ہیں، ان میں حسنؑ اور حسینؑ کو کیوں نہیں ڈالتے؟
قَالَ لَا تَهْمَا كَمَا خَذَيْتُ وَ كُنْتُ بَذَّةً فَكُنَا يَتَوَلَّي بِمَنْدِهِ غَنً
خَذِيْبَ۔ (سير اعلام النبلاء 4، ص 117)

ان حنفیہ بیٹے نے جواباً کہا کیونکہ وہ دونوں (حسینؑ) میرے والد کے رخسار تھے۔ اور میں ان کا ہاتھ تھا۔ تو وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے رخساروں کی حفاظت فرماتے تھے۔

تقریب

محمد بن عقیلؒ، امام حسینؑ کے عہد سے روایتی پران کے ساتھ نہ لکھے، نہ اپنے لڑکوں کو ساتھ جانے دیا۔ لیکن شہادت حسینؑ کے بعد انہیں ان کے مقصد اور قدر و قیمت کا پتہ چلا۔ موجودہ زمانے میں اس کی مثال یوں دیکھ لیں۔

دورِ حاضر کی مثالیں

جب 1953ء میں حکومت پاکستان نے، ظالمانہ طور پر سید مودودیؒ کو چھائی کا حکم سنایا تھا تو اس وقت ان کے عقیم رفیق مولانا امین احسن اسلامیؒ نے اٹھ بار لگا ہوں کے ساتھ فرمایا تھا۔ میں مولانا مودودی کو بڑا آدمی سمجھتا تھا۔ لیکن اتنا بڑا نہ سمجھتا تھا کہ چھائی کے حکم کو تسلیم کر لیں گے۔

بالکل اسی طرح جو چند عقیم صحابہ، امام حسینؑ کو بڑے کے خلاف لکھے سے روک رہے تھے۔ انہیں بھی شہادت حسین کے بعد سمجھنا پڑا۔ اور زندگی بھر تپتے رہے۔ ان میں سے کتنے ہی بناوٹ کر کے شہادت حسین کی بیرونی میں جام شہادت پی گئے اور کتنے ہی قاتلان حسین پر نفرین بھیجے رہے؟ اور آج تک امت مسلمہ اس حادثہ عظیم پر سوگوار ہے۔ عصرِ حاضر کی مثال دوم، 1929ء میں ایک سچا عاشق رسولؐ علیؑ غازی علم الدین شہید، جب 6 اپریل کو چھائی پر لٹ کر اپنی جان اللہ کے حوالے کر دیتا ہے۔ اس وقت کے فلسفہ مشرق و مغرب کے امام اعظم علامہ اقبالؒ چمکتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ پکار اٹھتے ہیں۔ فرمایا! ”ترکمان دامنڈ اسٹار سے ساریاں تو بازی لے گیا، تے آسیں سارے دیکھ دے ائی رو گئے۔“

یعنی ترکمان (Carpenter) کا بیٹا، ہم سب سے بازی لے گیا۔ اور ہم دیکھتے ہی رو گئے۔

یہ رحمتِ بلند ملا جس کو مل گیا

ہر مدنی کے واسطے وار و دین کہاں؟

بالکل ناز و مثال مولانا عبد الرشید غازیؒ کی ہے جو لال مسجد اسلام آباد میں شہید کئے گئے۔ ہمارے وقت کے بچے فرعون و غرود، چیلہ شیطان و بڑے جس کا نام اس شہنشاہ ایران کے نام پر ہے، جس گستاخ رسولؐ نے ہمارے پیغمبر ﷺ اسلام کا نام مبارک پڑے پڑے کر کے زمین پر پھینک دیا تھا۔ اس خبیث روح نے، کفر کو خوش کرنے کے لئے کتنا بڑا عقلمند حایہ نکر آفرین ہے اس ہستی کے جو دین اسلام کی خاطر نفس پائے امام حسینؑ پر چل کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ اور باقی سارے عہد کے وقت سیرتِ ہم جیسے گنہگار دامنِ الوقت بن کر دیکھ گئے۔ اور قماش دیکھتے رہے۔ معلوم نہیں روزِ محشر اللہ کو کیا جواب دیں گے؟

اے کہ اندر جہرہ با سازی سخن
نعرۂ لا فیلش غرود بزن
(اقبالؒ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہمدردی

حدیث نمبر ۱۲۴

قال ابن عباس رضی اللہ عنہما إِنْ شَافَتْ نَفْسٌ حُسَيْنَ فِي الْخُرُوجِ فَقُلْتُ
لَوْ لَا أَنْ يَزُورِي ذَلِكَ بَيْنَ أَوَّلِكَ لَقَسَيْتُكَ بِنَدِي فِي رَأْسِكَ
قَالَ فَكُنْ أَلَدِي وَدَعْنِي أَنْ قَالَ لَا أَنْ أَقْبَلَ بِمَنَاجِكَ حَمْدًا وَ
حَمْدًا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يُسْتَحْلَلَ بَيْنَ حَرَمِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ قَالَ
فَذَلِكَ أَلَدِي مَثَلِي بِنَفْسِي عَنْهُ (مجموعہ طبرانی صوم 120)
(ایضاً مجمع الزوائد 9 ص 287)

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ حسین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے
تعلق کی اجازت مانگی میں نے کہا۔ اگر گشت فی نہ ہوئی تو میں آپ کے
بالوں کو چمک لیتا۔ امام نے جواباً فرمایا میرا فلاں فلاں جگہ مل جاتا۔
اس بات سے بہتر سے حرم شریف کو میری وجہ سے حلال کر لیا
جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ امام کے اس جواب سے میرے
دل کو اطمینان ہو گیا۔“

تشریح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام حسین رضی اللہ عنہ سے قریباً چار (4) سال بڑے تھے۔
رشتے میں امام صاحب ان کے بھتیجے تھے۔ غوثی رشتہ دار اور چچا ہو کر امام حسین رضی اللہ عنہ پر درس
کھا رہے تھے۔ کہ انہیں ظالم حکومت کے تیرہ بدلے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ اس لئے جہاں
تک امام حسین رضی اللہ عنہ پر اثر ڈال سکتے تھے۔ ڈال دیا۔ مگر امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اپنی شہادت پر
پر امید ہی نہیں بلکہ یقین رکھتے تھے۔ کہ حرم سے باہر مارا جائے تاکہ حرم شریف کا تقدس

پامال نہ ہو۔ اسی بات سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کچھ حوصلہ ہوا اور خاموش ہو گئے۔ محمد ابراہیم اندر
سے بیٹھا جا رہا تھا۔ کیونکہ یہ بھتیجا کوئی عام بھتیجا نہ تھا۔ بلکہ محبوبِ پیغمبر ﷺ کا محبوب اور
الاؤ لاؤ اس تھا۔ اس وقت اہل بیت کا واحد بلند ترین متاثرہ نور بنیں تھا۔ تمام مخلصین امت کی
آنکھوں کا تارا تھا۔ سب اہل خیر و محبت کی نگاہیں اسی کی طرف اٹھتی تھیں۔ کوئی ہمدرد اہل
بیت اور کوئی غمگسار اہل ملت ان کا دکھ نہ کچھ سکتا تھا۔

لیکن نقدِ برائے میں یہ شہادت عظمیٰ لکھی جا چکی تھی۔ اور بار بار مختلف فرشتوں کے
ذریعے یہ خبر حسین رضی اللہ عنہ کے نام پہنچاؤں کو بتلائی بھی جا چکی تھی اور بار بار حضور نے اپنے اس
بچے کو گود میں، کبھی سینے پر، کبھی کندھوں پر اٹھایا اور اس کے بے دردی سے قتل پر کئی بار ٹھہکار
بھی ہوئے۔ دیکھا داروں کے لئے یہ حکومتِ وقت کی بے ادب و غمخیز اور دینداروں پر قیامت
گزر گئی۔ اور ملتِ اسلامیہ کی اکثریت غمِ حسین میں آج تک سینے کے عالم میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو ”ترجمان القرآن“ اور ”صحر الامة“ تھے۔ انہوں
نے صاحبِ شریعت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو براہِ راست سنا اور فرمانِ نبیؐ کیا جب ایک
آدی نے آ کر پوچھا جو آدمی جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے، پھر توبہ کرے، ایمان کے
ساتھ ٹھیک کرے، سیدھے راستے پر آ جائے، کیا اس کی توبہ قبول ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما
نے فرمایا۔ اس کے لئے کہاں سے توبہ ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔

حدیث نمبر 124

إِنَّ اقْرَبَ الْخَلَائِقِ مِنْ عَرْشِ الرَّحْمَنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُؤْمِنُ
الَّذِي قِيلَ مَطْلُومًا رَأْسُهُ عَنْ نَيْسَبِهِ وَ قَابِلُهُ عَنْ سِمَالِهِ وَ
أَوْ دَاجِيَةٌ تَسْخَبُ يَقُولُ رَبِّ اسْأَلْ هَذَا فِيمَ قَتَلْتَنِي؟
”بے شک روز قیامت، ساری مخلوق میں سے عرشِ رحمن کے قریب
ترین وہ مومن ہوگا“

جو دنیا میں مظلوم یا قتل کیا گیا،

اس کا سر اس کی دائیں جانب، اور اس کا قاتل بائیں جانب ہوگا۔

اس کی گردن کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا۔ اور پکارے گا،

اے میرے رب!

”اس سے پوچھ کہ جس جرم میں، مجھے قتل کیا تھا؟“

(رواد احمد، اسناد صحیح جلد دوم ص 458)

□ عید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے کسی
نے کہا حضرت! آپ ان کی سواری کی لگام پکڑے ہوئے ہیں، جبکہ آپ عمر میں ان سے
بڑے ہیں۔ فرمایا!

یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں۔

أَوَلَيْسَ مِنْ مَتَاعَاتِي أَنْ أَخَذَ بِوَتَايَهِمَا؟

”ان دونوں کی سواری کی زمام تھامنا، کیا میری خوش نصیبی نہیں ہے؟“

(ابن مساکر 7 ص 181)

لغت کے مستحق لوگ

حدیث نمبر 125

عن عائشہ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَبَّ لَعْنَتُهُمْ وَ
لَعْنَتُهُمُ اللَّهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ مُخَابٍ، أَلَا يَذَّابُنِي كِتَابُ اللَّهِ
وَالْمُكْجَذَّبُ بِقَدْرِ اللَّهِ، وَالْمُسْتَقِطُ بِالْخَيْرَاتِ لِيُؤْمِنَ أَذَلَّةُ
اللَّهِ وَ يُدْرِكُ مِنْ أَعْزَةِ اللَّهِ وَالْمُسْتَجِلُّ لِحَرَمِ اللَّهِ،
وَالْمُسْتَجِلُّ مِنْ عِزِّي مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَالنَّارُ كُ لَيْسَتِي

(قال البانی، حدیث صحیح مشکوٰۃ اول حدیث 109، ترمذی مطبوعہ

قاهرہ حدیث 2154، جلد چہارم ص 207)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

چھ (6) قسم کے انسان ایسے ہیں، جن پر میں لعنت بھیجتا ہوں،

اور ان پر اللہ بھی لعنت بھیجتا ہے۔

”جبکہ ہر نتیجہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔“

اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا۔

اللہ کی تقدیر کو جھٹانے والا۔

بالجبر مسلط ہو جانے والا تاکہ جس شخص کو اللہ نے ذلیل کیا ہے، اس کو

عزت دے۔ اور جس کو اللہ نے عزت بخشی ہے اس کو ذلیل و خوار کرے۔

اللہ کے حرم پاک کو حلال جاننے والا۔

میرے قرابت داروں سے ان چیزوں کو حلال سمجھے جن کو اللہ نے حرام

قرار دیا ہے۔

اور میری سنت سے منہ پھرنے والا۔

تشریح

ذکر چہ (6) حس کے لوگ خدا اور رسول ﷺ کی ناک میں لعنتی ہیں۔ ان پر اللہ کی مار اور پھونکا رہا ہے۔ ہمارے موضوع سے متعلق پانچ نمبر کے لعنتی کے بارے میں ہے۔

عالمی القاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

وَلَمَّا سَجَلْ مِنْ عَرْشِي عَاثَرَمُ اللَّهُ اَهْي مِنْ لَدُنْهُمْ وَ تَرَكْتُ عَلَيْهِمْ
”یعنی میری اولاد کو تکلیف پہنچانا اور ان کا احترام نہ کرنا مراد ہے۔“

وَلَفِضْرَةُ الْاَقْرَبِ قَهْرِيَّةٌ وَهُمْ تَوْلَادُ قَابِلَةَ (فجر) وَ ذُرِّيَّتُهُمْ
”حضور ﷺ نے جو لفظ حضرت یولا ہے، اس سے مراد نہایت

قریبی رشتے دار ہیں اور وہ خصوصاً اولاد قاطلہ ﷺ اور آگے ان کی نسل پاک ہے۔“

اس صحیح حدیث کی روشنی میں

ذکر چہ (6) جرائم میں سے ایک بھی جرم جس میں پایا جائے۔ اس کے حق میں، سچے نبی ﷺ کی بددعا اور لعنت کبھی اور مقبول نہیں ہو سکتی۔ مگر جس غیبت و فاسق میں ایک کے بجائے تین چار سب گناہ عظیم پائے جائیں۔ وہ شخص تین گنا زیادہ لعنتی ہے حضور ﷺ کی زبانی اور اللہ کی زبانی۔ مثلاً اس قافلہ ملعونین کا سپہ سالار اعظم یزید ہے۔ جس نے تین (3) جرم کئے۔

(1) جبر و غم سے حکومت پر قاض ہو کر کہا اور متقی صحابہ کو ہر طرف کر کے، اپنے خاندان کے گناہ (تالافتوں) کو مقرر کیا۔ (فتح الباری)

(2) حرم نبوی ﷺ پامال کر دے، بظہر جرم مکہ کی پامالی کیلئے روانہ کیا۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ)

(3)

حضرت رسول ﷺ کے پرچے اڑا دیے۔

حضور ﷺ ان تینوں برائیوں کے مرکب کو کھلم کھلا لعنتی فرما رہے ہیں۔

اور ہم صلیت کو شہ بن بیٹھے،

بلکہ بعض ظالم اس غیبت روح کا دفاع کر کے فرمانِ عقبر ﷺ کا تشویر اڑا رہے ہیں۔



اک فقر سے قوموں میں مسکینی و گیری
اک فقر سے مٹی میں نامیت اسیری
اک فقر ہے شیری، اس فقر میں ہے میری
میرا مسلمان، سرمایہ فقیری

(حمیات، ہلال عرب، ص 490)



ہوئے، یہ یاد اس کا بڑا مصداق ٹھہرا۔ اس لئے قرآن کی رو سے ظالموں کو امیر، خلیفہ، امام کہا بھی کتاب الہی کی خلاف ورزی ہے۔ یہی تو وجہ تھی جب خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے یہ یاد کو امیر المومنین کہا تو آپ نے اسے میں (20) کوڑے لگوا دیے۔

□ کہاں حضور ﷺ کا نواسہ، حدود اللہ کے قیام کا طہر دار اور امت کا نمکسار، کہاں حدود اللہ کو روندنے والا ظالم و جاہل بیز؟

چہ نسبت خاک را یا عالم پاک؟

افسوس کہ دنیا داروں نے ہمیشہ ایسے ظالموں کو اپنا ہیرو بنالیا۔

نعم صمد الحق رضی اللہ عنہ نے کیا خوب کہا۔

انصاف کی کرسی پر مجرم، پہلے بھی قابض پائے گئے
بستی میں ان کی اہل حق الزام لگا کر لائے گئے۔
کچھ ہم پر زلا علم نہیں، پہلے بھی کرم فرمائے گئے

حسین رضی اللہ عنہ اولادِ پیغمبر ہیں

حدیث نمبر ۱۴۱

”عام بن بہدل کہتے ہیں۔ کچھ لوگ حجاج کے پاس جمع ہوئے۔ اس کے سامنے امام حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوا تو حجاج نے کہا۔ لَمْ يَكُنْ مِنْ ذُرِّيَةِ النَّبِيِّ ﷺ کہ حسین رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی اولاد سے نہیں ہے۔ اسی مجلس میں یحییٰ بن عمر نے وہ پکارا تھے۔ تَخَذْتُ أَبْنَاءَ الْأُمَمِ! اے امیر! آپ نے جھوٹ کہا ہے۔

فَقَالَ قَتَائِبَةُ عَلَى مَا قُلْتَ بَيِّنَةٌ وَ مُصْداقٌ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَوْ لَا فَكُنْتُ قَتْلًا
”اے یحییٰ! مجھے اس بات کی دلیل قرآن کریم سے پیش کرو، ورنہ تجھے قتل کر دوں گا۔“

فَقَالَ (وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدُ وَ سُلَيْمَانُ وَ الْيُوسُفُ وَ مُوسَى إِلَى قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيَىٰ وَ عِيسَىٰ إِلَى النَّاسِ)
(الانعام، 84-85)

اور ای کی نسل سے ہم نے داؤد، سلیمان، ایوب یوسف، موسیٰ علیہم السلام کو (قرآن کے اس قول تک) اور ذکرِ پیغمبر اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس علیہم السلام کو (راویا کیا)

ابن عمر نے اس آیت کی روشنی میں بتایا کہ قَاتِبَةُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ عِيسَىٰ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ اَقَمَ مِنْ اَمِيهِ يَحْيٰى (اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ عیسیٰ ماں کے حوالے سے آدم کی اولاد ہیں۔ جبکہ وہ تنہا باپ پیدا کئے گئے۔

وَالْحُسَيْنَ ابْنِ عَلِيٍّ مِنْ ذُرِّيَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بِأَيِّهِ
اور حسین بن علی علیہ السلام کی ماں کے حوالے سے محمد علیہ السلام کی اولاد ہیں۔
قَالَ صَدَقْتَ لَمَّا حَمَلْتُكَ عَلَى تَحْدِيثِي فِي مَجْلِسٍ؟
”حاج نے کہا۔ تو سچا ہے لیکن یہ تاکہ بھری بزم میں مجھے جھٹانے کی
جرات کیسے ہوئی؟“

قَالَ مَا أَخَذَ اللَّهُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ لِيُسَيِّئَ لِلنَّاسِ وَلَا يَحْكُمُوهُ
ان میں ہر نے کہا۔ مجھے حق گوئی پر ہی جیز نے مجبور کیا ہے۔ جو اللہ نے انبیاء کرام
سے عہد لیا تھا کہ حق کو کونوں کو کھول کے بتاتا۔ اسے چھپانا نہیں ہے۔ فرمان الہی ہے۔
فَسُؤْدَةُ وَزَّاءَ طُحُوْرِهِمْ وَأَشْتَرُوْهُ قَمِيْنًا فَلَيْلًا (ال عمران، 187)
مگر انہوں نے کتاب الہی کو پس پشت ڈال دیا اور تصحوی قیمت پر اسے بیچ ڈالا۔
قَالَ فَلَقَدْ أَهَى خَوْفُ اسْتِغْنَاءِ

راوی کہتا ہے۔ حاج نے سزا کے طور پر ان پر بھر کو خراسان کی طرف جلا وطن کر دیا۔
سُحَّتْ عَنْهُ الدِّينِيَّ اِمَامُ دِیْنِی سے اس سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا، خاموشی اختیار کی۔
(المسند رک الحدیث کم جلد پنجم ص 1791، روایت 4772)

اس روایت کی بنیاد پر اولادِ قائمہ الزمرہ (میں) کو قرآن کریم کے ثبوت سے
اولادِ وحفیہ و واضح کر دیا گیا۔ مگر حاج جیسا عالمِ قرآن کی دلیل سے لا جواب ہو گیا۔ لیکن اس
کا سخت باطن ظاہر ہو گیا کہ اولادِ نبوی علیہم السلام سے کس قدر نفرت ہے۔ چاہئے تھا کہ حق پیش
کرنے والے کی حوصلہ افزائی کرنا اللہ سے وطن سے نکال دیا۔

ایسے واقعات پڑھ کر بہت دلی صدمہ ہوتا ہے کہ کر بلا سے لے کر آج تک اولاد
نوح علیہم السلام ہا صبیحوں کے علم سے رہی ہے۔ کر بلا کی شہادت کے بعد بھی ان ظالموں اور بے
رحم شقی القاب لوگوں کے سینے ٹھنڈے نہ ہوئے۔ چلو تم نے اپنے تئیں خاندانِ نبوت کا

خاتمہ کر دیا، اور دنیاوی طور پر قاتل ہو گئے۔ اب تو بس کر جائیں۔ ابھی تک ہوا میرے
میراثی ان کے قصیدے گاتے پھرتے ہیں۔

۔ خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو رد کی چوٹ جس کے جگر پر
(مولانا حالی رحمہ اللہ)

□ شہدائے اہل بیت کے بارے میں ہم یہی کہہ سکتے ہیں جیسے حضرت عاشرؓ کا
کوئی بھائی کہ کچھ لوگ ابو بکر و عمرؓ کو برا بھلا کہتے ہیں۔

فَقَالَتْ إِنَّ اللَّهَ قَطَعَ عَنْهَا الْعَمَلَ فَاصْبِرْ أَنْ لَا يَقْطَعَ
عَنْهَا الْأَجْرُ

”فرمائیے، بے شک اللہ نے ان دونوں کے عمل کی مہلت ختم کر کے انہیں
دارالبقاء میں پہنچا دیا ہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے اجر کا سلسلہ ختم کرنا اسے پسند نہیں
ہے، یہی اس طرح جاری ہے۔“

یعنی شہدائے ”کر بلا“ بھی دارالعمل سے رخصت ہو گئے مگر ان کے اجر کا تسلسل
ناصیبوں کے اظہارِ بغض و عناد سے برابر جاری ہے۔ قیامت تک اہل بیت کو برا بھلا کہنے والے
اپنے گناہوں کا وبال جو بڑھ جاتا ہے جاری ہیں۔ اور ان شہدائے اکبر و ثواب میں اضافہ کرتے
جاری ہیں۔

رفعت حسین علیہ السلام

حدیث نمبر ۱۴۱

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اچانک حسن و حسین رضی اللہ عنہما آئے دونوں نے سرخ (دھاری دار) قمیص پہن رکھے تھے۔ چلتے تھے اور لڑکھا کر گر پڑتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پیچھے اتر آئے۔ دونوں کو اٹھایا۔ اور اپنے سامنے بٹھالیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ نے تجھے فرمایا ہے، تمہارے اموال اور تمہاری اولاد بس آزمائش ہیں۔ میں نے ان بچوں کو دیکھا کہ چلتے ہیں اور لڑکھا کر گر جاتے ہیں۔

فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَبِيبِي وَرَفَعْتُهُمَا

میں برداشت نہ کر سکا، حتیٰ کہ مجھے اپنا خطبہ روکنا پڑا اور خود ان دونوں کو (اپنے پاس) اوپر اٹھالیا۔

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، قال اللہ ابی ہشیم، اسنادہ جید)

ترشح

ملاحظہ القاری بیہودہ لکھتے ہیں۔

فَلَمْ أَصْبِرْ لِتَأْيِيزِ الرَّحْمَةِ وَالْإِقْلَابِ فِي قَلْبِي۔ وَرَفَعْتُهُمَا۔ اِنِّ عِنْدِي بِمُخَصِّلٍ لَّهُمَا اِلَّا رَفْعَةً عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ خَلْقِهِ۔

”بچوں کو گرتے دیکھ کر دلی رقت اور نرمی کی بنیاد پر برداشت نہ کر سکا۔ میں نے انہیں اوپر اٹھایا تاکہ ان کو اللہ کے پاس اور اللہ کے بندوں کے پاس، بلندی اور رفعت نصیب ہو۔“ (امر ۳۶، ۱۰ ص ۵۴)

اس حدیث میں دو (2) اہم چیزیں

(۱) بچوں کا لڑکھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے برداشت نہ ہونا۔ اس میں یہ نکتہ پوشیدہ ہے کہ سرعام دوران خطبہ، اپنا کلام روک کر خود پیچھے اترے اور دونوں بیٹوں کو کندھوں پر اٹھا کے امت کو بتا دیا کہ یہ گرتے پڑنے کے لئے نہیں ہیں، بلکہ کندھوں پر بٹھانے کے لائق ہیں۔ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرد و عورت کی نماز گزارہ چٹاڑہ چاکے والیں آ رہے تھے۔ حسین رضی اللہ عنہ کم عمری کی وجہ سے چلتے چلتے تھک کر راستے میں بیٹھ گئے۔

فَجَعَلَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْ قَدَمَيْهِ بِكَفِّهِ تَوْبَهُ

ابو ہریرہ حسین رضی اللہ عنہ کے پاؤں کی مٹی اپنے کپڑے سے جھارتے گئے،

صاف کرنے لگے۔ (سیر اعلام النبوی جلد سوم ص 287)

فَقَالَ الْاُحْسِنُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَوَاَنْتَ تَفْعَلُ هَذَا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا ابو ہریرہ آپ یہ کر رہے ہیں؟

فَقَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ ذَنْبِي فَوَاللّٰهِ اَلَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مِنْكَ مَا اَعْلَمُ

لَحَمْلُوكَ عَلٰی دِفَائِيْهِمْ

حسین! مجھے پاؤں صاف کرنے دیں۔ اللہ کی قسم! جو میں آپ کا

مقام جانتا ہوں اگر ان لوگوں کو یہ پتہ چل جائے تو یہ آپ کو اپنی

گردنوں پر سوار کئے پھر دیں۔ کبھی آپ کا پاؤں زمین پر نہ گئے

دیں۔ (ابن مساکر ص 7/14 ص 182)

(۲) دوسری اہم بات؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود منبر سے اتر کر انہیں اٹھاتے ہیں کسی مرید سے نہیں فرمایا کہ انہیں اٹھاؤ۔ یعنی جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود اٹھا لیں۔ ان کی اہمیت کا اندازہ لکھ لیں۔ انہیں اٹھا کے پیچھے منبر کے پاس صف میں نہیں بٹھایا بلکہ اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا

تاکہ سارے لوگ دیکھ لیں کہ یہ نیچے بٹھانے کے لائق نہیں ہیں، بلکہ سب سے بلند مقام پر بٹھانے کے مستحق ہیں۔

حضور ﷺ نے یہ عمل کر کے دکھا دیا کہ میرے منبر کے سبب وارث ہیں۔ خوئی رشتے کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے کندھوں پر جو امت کی بھاری ذمہ داری آنے والی ہے۔ اس میں سرخرو ہو کر ایسے فقیہ کے کہ دنیا والے حیرت میں ڈوب چاہیں گے۔

ان کے عدم التمثال کارناموں کی بنیاد پر انہیں بچپن ہی میں پیشگی خدا کی اعزاز ”سید اشاہ اہل البیت“ کا خطاب دے دیا گیا۔

اور جو ان ہو کر انہوں نے عمل سے ثابت کر دیا کہ واقعی وہ اسی خطاب (Title) کے حقدار تھے۔

دنیا والے ان سے ٹکراتے رہے اور یہ دین کے سچے محافظ بن کر کھڑے ہو گئے۔ دنیا والے دنیا لے گئے یہ جنت والے جنت لے گئے۔ اور قیامت تک امت پر واضح کر دیا کہ جتنا ہو تو اسلام کی بلندی کے لئے ہو، مرنا ہو تو اسلام کی سر بلندی کے لئے ہو۔ دنیا کے فانی کے گرویدہ نہ ہو جانا۔

لوگ انگریزوں سے سر کا خطاب پا کر پھولے نہیں ساتے۔ حسینؑ بھی زبان رسالت ماب ﷺ سے جو ان جنت کے سردار کا خطاب پا کر اعبار بھی نہیں کرتے۔

عالم خواب میں

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا منظر دیکھا

حدیث نمبر ۱۱۱

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَرَأْتُ النَّبِيَّ فِيمَا بَرَى النَّاسُ ذَاتَ يَوْمٍ
بِصُفِّ النَّهَارِ أَشْعَتْ أَغْصَرَ بِيَدِهِ قَارُورَةً فِيهَا دَمٌ فَقُلْتُ:
يَا بِي أَنْتَ وَ أُمِّي مَا هَذَا؟ قَالَ ﷺ: هَذَا دَمُ الْحُسَيْنِ
وَأَصْحَابِهِ وَكَمْ أَزَلَّ النِّقْطَةُ مِنْهُ الْيَوْمَ فَأَخْبَصِي ذَلِكَ الْوَقْتُ
فَاجِدَ قُبُلِ ذَلِكَ الْوَقْتُ

(قال الالبانی بیہ، اسناد صحیح، مشکوٰۃ المصابیح، الاصابہ دوم ص 71)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: ایک روز دو پہر کے وقت میں نے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ ﷺ کے بال نکھرے ہوئے اور جسم فبار آلود تھا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک شیشی (پوتل) تھی، جس میں خون تھا۔ میں نے حیرت سے پوچھا، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا، یہ حسین اور ان کے رفقاء کا خون ہے۔ اور میں آج صبح سے اس کو اٹھا رہا ہوں۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے اس تاریخ کو محفوظ کر لیا، تو بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ حسین رضی اللہ عنہ اسی وقت شہید کئے گئے۔ جس وقت یہ خواب دیکھی تھی۔

تشریح:

یہ واقعہ اگرچہ خواب کا ہے مگر اسلام میں خواب بھی ایک حقیقت رکھتا ہے۔
حضور ﷺ کا فرمان ہے:

اَلرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ مِنَ اللّٰهِ

سچا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث 6984)

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَأَىٰ فِي الْمَنَامِ فَمَسْرُومًا فَبِى الْحَقِّقَةِ

”جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو وہ مجھے غریب بیداری میں

دیکھے گا“

(بخاری، حدیث 6995)

علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ کے سامنے کوئی شخص کہتا تھا کہ میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا تو ابن سیرین کہتے: ”صِفْ لِي الْيَدِي وَارْتَبِعْهُ دُونَكَ يَكُونُ رَأْيَاكَ رَأْيَا رَأْيَا رَأْيَا رَأْيَا“
فَإِنْ وَصَفْتَ لَهُ صِفَةً لَا يَنْبَغُ فِيهَا قَوْلٌ لَمْ تَرَهُ“

”اگر وہ غیر معروف بتاتا تو ابن سیرین کہتے تو نے آپ ﷺ کو

کوئی دیکھا۔“ (مسند صحیح فتح الباری 12 ص 479)

تو اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس علیہ السلام نے کسی نے کہا میں نے نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے: ”اِنَّ كِي صِفَاتِ تَا۔ اِس نَے كِهَا كَآپ ﷺ حَسَنَ عَلِيٍّ بَنِ عَلِيٍّ كَے مَشَابَهَ تَے۔ تُو كَے تُو نَے آقِی آپ ﷺ كُو دِكِهَا ے۔“

(حوالہ مذکور، مسند، جید)

حضور نے یہ بھی فرمایا: مَنْ رَأَىٰ فَمَسْرُومًا فَبِى الْحَقِّقَةِ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے حق ہی دیکھا ہے۔

(بخاری، 6997)

ان صحیح احادیث کی روشنی میں کوئی یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ ابن عباس علیہ السلام کا خواب

جس کا تھا۔ بلکہ انہوں نے جو وقت اور دن نوٹ کر لیا تھا بعد میں خبر شہادت حسین علیہ السلام پر اسی وقت اور اسی دن کی تصدیق ہو گئی۔

دوسری خصوصیت دلیل یہ ہے

کہ ابن عباس علیہ السلام نے واقعی رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا۔ کیونکہ وہ زندگی میں بارہا حضور ﷺ کو بیداری کی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔

اس لئے انہیں دیکھنا ہی رسول ﷺ میں ڈرا بھی شبہ نہ تھا۔

شہادت حسین علیہ السلام پر حضور ﷺ کی سخت پریشانی حقیقی تھی۔ کیونکہ آپ دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے بھی بار بار آسمانی خبر شہادت پاکر مفہوم (غزوہ) ہوتے رہے اور اس پریشانی کا اظہار کرتے رہے تھے۔

جس کی گواہی کلی صحیح روایات میں بیان ہو چکی ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے۔

کہ ابن عباس علیہ السلام طر فدا یر یر یر بن کر، حضرت حسین علیہ السلام کو خروج سے منع نہ کرتے تھے، بلکہ بے غمگداری بن کر روک رہے تھے۔ مگر نہ رکے والا وہ تھا، جسے شہادت کی خبریں آسمانوں سے آشوب نبوی ﷺ میں مل چکی تھیں۔

خدا کی رضائی بات میں تھی کہ میرے محبوب پیغمبر ﷺ کا لاڈلا نواسہ، دنیا کے جابرانہ نظام کے سامنے ایسی شہادت حق پیش کرے،

جس کی تلخ تاریخ انسانی پیش کرنے سے ہی قاصر دور ماندہ اور عاجز ہو۔

خلافت راشدہ کے مخالف بدترین بدعتی ہیں

حدیث نمبر 120

علامہ البانی رحمہ اللہ یہ حدیث بھی لائے ہیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا بِلَفْظِ سَيِّئٍ أَمْرُكُمْ بَعْدِي
وَبِحَالٍ يُطْفِئُونَ الشَّعْلَةَ وَيَعْمَلُونَ بِالْبِدْعَةِ وَيُوجِرُونَ
الصَّلَاةَ عَنْ مَوَاقِفِهَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَدْرَكْتَهُمْ
كَيْفَ الْفَعْلُ؟ قَالَ تَسْلُبُنِي يَا ابْنَ أُمِّ عَبْدِ كَيْفَ تَفْعَلُ؟ لَا
طَاعَةَ لِمَنْ عَصَى اللَّهَ

”حضور ﷺ نے فرمایا میرے بعد تمہارے حکمران ایسے بن
جائیں گے۔ جو سنت (نبوی) کا چراغ بجھا دیں گے اور بدعت پر عمل
پورا ہوں گے۔ نماز بے وقت ادا کریں گے۔ میں نے عرض کیا
حضور ﷺ! اگر میں ان کا زمانہ پاؤں تو کیا کروں؟ آپ ﷺ
نے فرمایا۔ اے ام عبد کے بیٹے! تو مجھ سے پا پھرتا ہے کہ تو کیسے
کرے؟ یا درکھ، جو اللہ کا نافرمان ہو، تو اس کی اطاعت قسم ہو
جاتی ہے۔“ (سلسلہ الاحادیث الصحیہ دوم حدیث 590 کا ذیل)

تشریح

یہ حدیث دراصل شاہد کے طور پر لائی گئی ہے۔ اصل حدیث یہ ہے کہ میرے بعد
حکمران وہ ہوں گے جو منکر کو معروف اور معروف کو منکر بنائیں گے، تم میں سے جو انہیں پا
لے تو جان لے کہ اللہ کے نافرمان کی اطاعت نہ کرنا۔

تشریح مزید کے لئے علامہ البانی رحمہ اللہ یہ حدیث بھی لائے ہیں:

حدیث نمبر 121

يَكُونُ خَلْفُ مِنْ بَعْدِ بَيِّنَتَيْنِ سَنَةِ (أَصَاغُوا الصَّلَاةَ وَانْصَبُوا
الشُّهُوبَ أَسْفَلَ فَتَقُولُونَ غَيًّا) (سلسلہ صحیح 7 حدیث 3034)
”سن ساتھ کے بعد، بالآخر حکمران آئیں گے، جو بقول قرآن کریم
(نماز ضائع کریں گے، اپنی انسانی خواہشات کی پیروی کریں گے،
عترتِ ہدیہ و مگرانی کے انکسار سے دوچار ہو گئے) (سورہ مريم، 59)

ان صحیح احادیث کی روشنی میں

کیا مذکورہ حالات میں جو ان صحیح احادیث سے واضح ہوئے، امام حسین علیہ السلام
حضور ﷺ کی جانشینی کا حق ادا کرتے یا انکار سے پرکھتے ہو کر ان سے راہِ رو حکمرانوں
کا تقاضہ دیکھتے رہتے؟ حضور کی زبان مبارک سے جو پیش گوئی صادر ہوئی وہ پوری ہو کے
رہی۔ اس سے زیادہ کھلے الفاظ اور کیا ہو سکتے تھے کہ سن ساتھ کے بعد ابو بکر علیہ السلام غلبہ تھے، یا عمر
فاروق علیہ السلام تھے؟ یا عثمان و علی علیہ السلام تھے؟ چنانچہ کا دامن قدام لینا چاہئے۔ علامہ ابن حجر
عسقلانی رحمہ اللہ کے حوالے سے گزشتہ صفحات میں حضرت ابو ہریرہ علیہ السلام کی دعا گزر چکی ہے۔

اللَّهُمَّ لَا تَغَيِّرْ كَيْفِي سَنَةِ بَيِّنَتَيْنِ وَلَا مَرَاةَ حَبِيبَانِ
”یا اللہ! اس ساتھ نہ کھانا نہ لڑکوں کی حکومت نہ کھانا۔“

ابن حجر رحمہ اللہ اس کی شرح میں لکھ رہے ہیں۔

وَأَنْ أَوْ لَكُمْ يَوْمَ تَحْمَا ذَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنْ
الْبَيِّنَتَيْنِ

”ان جگہ سے حکمرانوں کا پہلا ناخلف یہ ہے جس پر قول

ابن ہریرہ روایت کرتا ہے۔

جب خلافت راشدہ کا خاتمہ ہوا تو بعد والوں نے اقداری بدل ڈالیں، نئی اصطلاحات ایجاد کر لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ مکران چارخ سنتِ پیغمبر ﷺ بجا نہیں گئے اور بدعات پر چل کھڑے ہوئے۔

بڑا اور اس کے ٹوٹے ٹوٹے کے کون سی سنت تھی جسے مٹایا تھا؟ بڑا اور اس کے حواریوں نے وہ کوئی سنت تھی جسے بڑا رد کر کے حضور ﷺ کی پیش گوئی کو پورا کر رکھا یا اس سے مراد یقیناً وہ پورا نظامِ زندگی ہے جو حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے جان نثاروں نے مسلسل (23) تحفیں برس میں قائم کیا تھا۔

جس کا نقطہ عروج نہ منورہ کی اسامی ریاست تھی اور اس نظام کے تحت بڑے چھوٹے ہو گئے۔ اور چھوٹے بڑے ہو گئے۔ عدل و انصاف کا دور دورہ ہوا۔ انسانیت سکھ کی نیند سوئے تھی۔ نیکیاں پروان چڑھیں اور برائیاں دب کر رہ گئیں۔

جب اس سنتِ علمی کا بیڑہ فرق ہوا تب نواسر رسول ﷺ اسے بحال کرتے کرتے خوشہید ہو گئے۔ یہ تھی وہ بدعتِ کبریٰ جسے امام حسین ﷺ پہنچ کرتے ہوئے میدان میں اتر آئے، بعد والے جب حوصلہ حسین سے عاری ہوئے تو چھوٹی چھوٹی فروغی چیزوں میں الجھ کر رہ گئے۔ اسلام کی اصل بنیاد اور اصولِ شریعت ترک کر بیٹھے۔ فروغ میں بعض کر لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

سچا دین اسلام ان کی حرکاتِ مذمومہ سے دنیا بھر میں دھتکروہن کے رہ گیا۔ حالانکہ پیدین سارے عالم کیلئے سراسر رحمت ہے۔

نگاہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں احترامِ حسین رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۱۳۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی آخری بیماری میں مروان بن الحکم کی عیادت کو آیا۔ باتوں باتوں میں کہنے لگا جتنا عرصہ ہم دونوں میں رفاقت رہی مجھے آپ کی کسی بات پر غصہ نہیں آیا۔ صرف ایک بات مجھے ہمیشہ بری لگی اور وہ ہے حسن و حسین رضی اللہ عنہ سے آپ کی محبت یہ کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سیدھے ہو بیٹھے اور فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک مرتبہ ہم رسول ﷺ کے ساتھ مسافر تھے۔ راستے میں کسی جگہ رسول ﷺ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی۔ یہ دونوں اپنی والدہ کے پاس تھے۔ آپ ﷺ سواری تیز کر کے ان کے قریب پہنچے پھر میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ ”مَنْ كَانَ ابْنِيَّيْنِ فِي مَيْمَنِيَّيْنِ لَمْ يَكُنْ يَتْلُو عَلَيَّ مَا فِي كِتَابِي“ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اللعشش، بیاس، رسول ﷺ خود پانی لینے کے لئے مشکیزہ کی طرف بڑھے۔ لوگ زیادہ تھے۔ ان دونوں بانی کہیں کہیں ملتا تھا۔ آپ ﷺ نے بلند آواز سے پکارا هَلْ أَحَدٌ مِنْكُمْ مَعَنَا؟ کیا کسی کے پاس پانی ہے؟ ہر شخص نے اپنے اپنے مشکیزے سے میں ہاتھ ڈالا لیکن کسی کو بھی ایک قطرہ پانی نہ ملا۔ اس پر رسول ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

تَابُوا لِيْنِي أَحَدَهُمْ هَذَا ان بنوں میں سے ایک مجھے پکڑاؤ۔ انہوں نے پروے کے نیچے سے ایک آپ ﷺ کو پکڑا دیا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ وہ آپ ﷺ کی گود میں چھپ رہا تھا۔ چپ نہیں ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے زبان مبارک نکالی اور اسے چمانے لگے۔ رفت رفت اس کا روتا ختم کیا اور اسے سکون ہو گیا۔ جبکہ دوسرا مسلسل روتا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا

تَابُوا لِيْنِي الْآخَرُ“ یہ دوسرا بچہ بھی مجھے دے دو۔ اس کو بھی آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک چسائی۔ اور وہ بھی چپ ہو گیا۔

اسے مروان اچھے ملا حسن اور حسین علیہ السلام سے رسول اللہ ﷺ کی اتنی محبت دیکھنے کے بعد بھی میں ان سے محبت نہ کروں؟ (رد الوطیر اثنی فی الکبیر و حال شہادت سوم ص 50)

اس حدیث پر غور کریں کہ مروان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کیسے بغض اہل بیت کا ذکر کرتا ہے؟ یعنی اے ابو ہریرہ! تجھ سے کوئی گدیش، سوائے حب اہل بیت کے۔ یہ وہی مروان ہے جس کے بارے میں علامہ البانی رحمہ اللہ یہ روایت لائے ہیں۔

لَقَدْ لَشَعْنِي سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زُهَيْرٍ يَقُولُ وَهُوَ مُسْتَبِدٌّ إِلَى الْكَعْبَةِ. وَ رَبَّ هَذَا الشَّيْبِ لَقَدْ لَعَنَ اللَّهُ أَهْلَهُ وَمَا وَلَدَ، عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ (قال البانی بیئنا اسناد صحیح سلسلہ صحیح 7 ص 720 تحت حدیث 3240)

”شعمی نے کہا میں نے عبداللہ بن زہیر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ وہ کعبہ شریف سے ٹپک لگائے بیٹھے تھے۔ رب کعبہ! قسم! اللہ نے بزبان رسالت ﷺ حکم اور اس کے بیٹے (مروان) پر لعنت کی ہے۔“

جو شخص راندہ رو کار کا خداوندی ہو، اس کے دل میں اہل بیت کا بغض اور کینہ نہیں تو اور کیا ہو سکتا ہے؟ جن لوگوں کو مروان کا مشق چڑھا ہوا ہے، انہیں تو یہ کہہ لینی چاہئے، کہیں ان کا مشق بھی ملحوں کے ساتھ نہ ہو جائے۔ وہاں سارے غلط مشق اور شے کا نور ہو جائیں گے۔ وہاں تو حب نبی ﷺ اور حب اہل بیت کا کام آئے گی۔

قُلْ هَلْ يَسْتَكْبِرُ بِالْأَحْسَنِ مِنْ أَعْمَالِهِ الَّذِينَ هَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يُحْسِنُونَ أَنْفُسَهُمْ يُحْسِنُونَ صُلَحًا

اے نبی ﷺ! ان سے کہو کہ تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ کام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری روزِ دھوپ راہِ راست سے چلنے کی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔ (الکہف 103-104)

ہم سوارانِ شہسوار

حدیث نمبر ۱۴۴

صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ ایسا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ۔

لَقَدْ قُدْتُ بِنْتِي اللَّهِ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ بَعْلَتَهُ الشَّهْبَةَ حَتَّى أَذْخَلْتَهُمْ حُجْرَةَ النَّبِيِّ هَذَا لِقَامُهُ وَ هَذَا خَلْفُهُ

میں حضور ﷺ کے فخرِ شہداء کی لگام تھام کر آگے آگے چلا جبکہ آپ ﷺ کے آگے حسین علیہ السلام اور حسن علیہ السلام آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھے۔ حتیٰ کہ میں نے انہیں حجرہ نبوی ﷺ میں داخل کیا۔

(حدیث نمبر 2423)

تشریح

نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

فِي الْخَبَرِ فُصِّلَتْ طَائِفَةٌ لِقَامِهِ حَتَّى رَسَمَتْ أَخَذَهُمَا أَهْلُهَا وَالْآخَرُ خَلْفُهُ (السران الوہاب، جلد نمبر 356)

اس حدیث شریف میں حسن و حسین کی تفصیلات واضح ہے۔ اللہ ان دونوں سے راضی ہو، ایک ان میں سے حضور ﷺ کے آگے سوار ہے، اور دوسرا پیچھے سوار ہے۔ جیسے کوئی شفیق باپ آج کے زمانے میں چھوٹے بیٹے کو اپنے آگے موٹر سائیکل پر بٹالے اور دوسرے بیٹے کو پیچھے بٹالے۔ اگلے بیٹے کو اپنے دونوں بازوؤں میں سنبھالتا ہے اور پیچھا دیتا، جیسے کہ باپ کی کمر سے پٹ جاتا ہے۔ اتنا قریبی اعزاز ہر شخص کو تو نہیں مل سکتا۔ حسین کو یہ اعزاز اللہ نے عطا فرمایا کہ وہ محبوبِ خدا ﷺ کے ساتھ سوار ہوں، غلامِ پیغمبر ﷺ لگام تھامے آگے چل رہا ہو۔ نہایت ادب سے تینوں استیوں کو کمرہ نبوت میں داخل کر کے

سواری پیچھے لے جاتا ہو۔

اللہ نے حسین علیہ السلام کو یہ عزت بخشی کہ اس کے نبی ﷺ کے آگے پیچھے چٹ کر بیٹھیں اور قرآن کا نکتہ سے سکون و سرور پائیں۔ مگر یہ درد، ظالم، نبی ﷺ کے عظیم نواسے کے واقعات پر بعد شہادت، چھڑی ماریں۔ معلوم نہیں روز قیامت یہ اللہ و اس کے رسول ﷺ کو کیا مزد دے گا۔

يَوْمَ نَبْيُفُونَ وَجُوهٌ وَنَسُودُ وَجُوهٌ

”جس روز کچھ لوگ سرخرو ہوں گے۔ قیامت کے روز اور کچھ لوگوں کا

چہرہ کالا ہوگا۔“

اتَّزَجُوا أُمَّةً قَلَّتْ حُسَيْنًا

شُعَاعَةَ جَدِّهِ يَوْمَ الْحِسَابِ

”جو لوگ حسین کو قتل کریں وہ روز قیامت اس کے نانا ﷺ کی

شفاغت کی جیسے امید کر سکتے ہیں؟

محدثین پر اللہ کی کر دہوں رحمتیں ہوں۔ جنہوں نے حب اہل بیت نبی ﷺ

کا حق ادا کیا۔

قاتلین حسین علیہ السلام کی روایت حدیث مردود ہے

میں اسما مابر جال کی کتاب ”میزان الاعتدال“ دیکھ رہا تھا۔ شرین ذی البیوت

کے تحت علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

لَيْسَ بِأَعْلَى لَيْلٍ فَإِنَّهُ أَخَذَ قَتْلَهُ الْحُسَيْنِ

یہ روایت حدیث کے اہل نہیں ہے کیونکہ یہ (غیبت) قاتلین حسین

میں سے ہے، آگے لکھتے ہیں کہ ابواسحاق نے کہا۔ شمر ہمارے ساتھ

نماز پڑھتا تھا پھر دعا کیا کرتا تھا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنِّيْ شَرِيفٌ فَارْحَمْنِيْ

”اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں شریف (بے گناہ) ہوں، لہذا مجھے

بخش دے۔“

قُلْتُ كَيْفَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ وَقَدْ اَعْتَصَى عَلَيَّ فُلِيْ اَبْنُ دَسُوْلٍ

اللہ علیہ السلام

”راوی نے کہا۔ اللہ تجھے کیسے معاف کرے گا، جبکہ تو نے

رسول ﷺ کے بیٹے کو قتل کرنے میں مدد دی تھی؟“

قَالَ: وَنَحَلْتُ فَكَيْفَ تَضَعُ؟ اِنَّ اَمْرًا نَا هُوَ لَا وَ اَمْرًا نَا بِنَعْمٍ

فَلَمْ نَخْلِفْهُمْ وَكَلَّوْا خَالَفْنَاهُمْ كُنَّا شَرًّا مِنْ هَذِهِ الْحُمُرِ

الشَّافِةِ

”شمر نے کہا، افسوس تجھ پر! ہم کیا کر سکتے تھے جبکہ ہمارے حکمرانوں

نے یہ حکم دیا تھا جس کا ہم انکار نہیں کر سکتے تھے؟ اگر انکار کرتے تو

ہمارا حشر پانی دھوئے والے گدھوں سے بدتر ہوتا۔“

قُلْتُ اِنَّ هَذَا لَعَذْرٌ قَبِيْحٌ فَاِنَّمَا الطَّاعَةُ بِهِيَ الْمَعْرُوْفِ

”امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ یہ اس کا بدترین بہانہ ہے۔ حکمرانوں کی

اطاعت معروف (نیکی) کاموں میں ہے، نہ کہ خدا کی نافرمانی

میں۔“

(میزان الاعتدال دوم ص 280)

امام ذہبی رحمہ اللہ تو قتل حسین علیہ السلام میں کسی معاون کی روایت حدیث کو بھی رد کرتے

ہیں۔ اب وہ لوگ سوچ لیں جو امام حسین علیہ السلام کے خدو خد کو بغاوت کہتے ہیں۔ کیا ان کی

نیکیاں مقبول ہوگی؟ کیا یہ ولایت حدیث کے قابل ہیں؟ کیا محدثین کی نگاہ میں یہ لوگ

حرم نہیں ہیں؟ کیا یہ شیوخ الحدیث ہو سکتے ہیں؟

محبانِ حسینؑ رضی اللہ عنہما محبوبِ خدا ہیں

حدیث نمبر [36]

اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں ایک رات میں حضور ﷺ کے ہاں کسی کام کیلئے حاضر ہوا۔ حضور ﷺ کپڑے میں کچھ چھپائے ہوئے بیٹھے تھے۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ مستور (چھپیں) کچھ کیا ہے؟ جب میں کام سے فارغ ہوا تو میں نے استفسار کیا۔ حضور ﷺ نے آپؐ کیسے چپ کر پکڑا اڑا لے ہوئے؟ جب آپ ﷺ نے پکڑا ہٹایا تو آپ ﷺ کے رانوں پر حسن اور حسینؑ بیٹھے تھے۔ فرمایا۔

هَذَا إِنَّا وَابْنَا ابْنِي اللَّهِ إِلَىٰ أَحِبَّيْمَا فَاحِبَّيْمَا وَاحِبٌ
مَنْ يُحِبُّهُمَا (رواه الترمذی حدیث حسن غریب)

”یہ دونوں میرے بیٹے، میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان دونوں سے محبت کرے یا اللہ! تو اس سے بھی محبت کر۔“

معیار روایت

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ترمذی کا مذکورہ حوالہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

قُلْتُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ جَبَّانٍ وَالْحَاكِمُ وَذَكَرَهُ ابْنُ جَبَّانٍ
فِي الْبَقَايَا

”میں کہتا ہوں۔ اس روایت کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ اور اسامہ بن زید کے بیٹے حسن کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ جو اس حدیث کے راوی ہیں۔“ (تہذیب الاحیاء، ج ۱، ص ۲۵۴)

تشریح

ہمارے ہاں کسی کے بچے کو کوئی بزرگ ایک بار زندگی میں دعا دے دے تو ہم حاجیات اس کا ذکر کرتے رہتے ہیں کہ میرے اس بچے کو کھانا بزرگ نے دعا دی تھی۔ اسے فخر و برکت کا باعث تصور کرتے رہتے ہیں۔ اب ذرا اس بات پر غور فرمائیں جن معصوم بچوں کو سرور دنیا و خیر حاصل ہوا ہے ان کے پاس دعاؤں سے نوازا ہوا ان کی قسمت کا ستارا لکھا ہوا ہے۔ جن کے منہ میں انتخاب مبارک والا ہو، دوسرے قدر قابل رنگ و قابل محبت نظیر ہیں۔ جنہیں حضور ﷺ کبھی کندھوں پر، کبھی گریب، کبھی جھوٹی میں اٹھائے پھرتے ہوں، ان کا مقدر کیا فائدہ اٹھال ہوگا۔

اس حدیث میں پہلے فرمایا: میرے بیٹے ہیں، پھر فرمایا: میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ پھر اللہ سے استعاذ کی۔ اسے اللہ نے دونوں مجھے محبوب یعنی عین زبان نبوت سے جس کے لئے محبت کا اظہار ہو جائے۔ دوسرا بات کی گمانی ہے کہ سراسری زندگی ان بچوں سے کبھی نامناسب کام نہ ہوگا۔ بلکہ ہمیشہ ان سے اعمال ایسے رونما ہوں گے جن سے روح پیغمبر شادان و فرحان رہے گی۔

دوسری گائی دعا ہے **خَيْرُ مَوْلَايَ** کہ جیتے میں یہ ہے **قَابِجُھَمَا** اے اللہ! تو بھی ان سے محبت کرتا رہ۔ یعنی ان بچوں سے ایسے اعمال صادر ہوں کہ جو تجھے خوش کرنے والے ہوں۔ جن پر اے اللہ! تجھے پیارا جائے۔ ان کا کوئی عمل ایسا نہ ہو جس سے تو ناراض ہو جائے۔ کیا خیال ہے حضور ﷺ کی یہ دعائیں حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں مقبول نہ ہوتی ہوں گی؟ اس دعا ہے **خَيْرُ مَوْلَايَ** کہ میں وہ گناہگار بھی شامل ہو گئے ہیں جن کے لئے حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے اللہ! جو ان دونوں سے پیار کرے تو بھی اس سے پیار کر۔

أَجِبَّ الصَّالِحِينَ وَ لَسْتُ مِنْهُمْ

لَعَلَّ اللَّهَ يُزِيلَنِي صَدَاحًا

میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں اگرچہ خود ان جیسا نہیں ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ اللہ اسی وجہ سے مجھے خیر اور بھلائی نصیب کر دے۔

امت مسلمہ میں صالحین بہت گزرے ہیں۔ مگر حسن و حسین علیہ السلام جیسے صالح نوجوان کہاں ہوں گے؟ جن کی جوانی اور صالحیت، اللہ کو اتنی پسند آئی کہ سیدہ اشباح اعلیٰ الجنة، کے عظیم مرتبے پر فائز کر دیئے گئے۔ یہ عظیم مرتبہ صرف نبوی علیہ السلام سے نہیں ملے، بلکہ بے مثال کارناموں کی وجہ سے ملے ہیں۔ جن سے خاندان نبوت کا سرخیز سے بلند ترین ہو گیا۔ بلکہ ساری امت اس پر آفریں کرتی ہے اور درودوں کے نذرانے منج و شام ان کی خدمت میں پیش کرتی ہے۔ بے کوئی ایسا خوش نصیب جسے زندگی میں حضور علیہ السلام نے لاف پیا رکھا ہو۔ اور قیامت تک ان پر درود و سلام دل کی گہرائیوں سے پڑھا جاتا ہو؟ چاہاں سے امریکہ تک، ہر مسلم کی زبان اس ذکر خیر سے تر رہتی ہو؟

ایذائے فاطمہ الزہراء علیہا السلام، ایذائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہے

حدیث نمبر ۱۴۱

مسور بن خرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا تھا کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی کہ تم اپنی لڑکی، علیہ السلام کے نکاح میں دینا چاہتے ہیں۔ میں اجازت نہیں دیتا، میں اجازت نہیں دیتا، میں اجازت نہیں دیتا۔ لیکن اگر علیہ السلام چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے۔ اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ اس لئے کہ میری بیٹی میرا نکلا ہے، مجھے برا لگتا ہے جو اسے برا لگے۔ مجھے تکلیف ہوتی ہے جس سے میری بیٹی کو تکلیف ہو۔ (رواہ الترمذی، حدیث حسن، کتاب المناقب)

تشریح

علامہ عبد الرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وَيُؤْذِنُنِي مَا أَذَاهَا فِيهِ فَخَرْتُهُمْ أَذَى مَنْ يُنَادِي النَّبِيَّ بِمَا قَدْ بَدَأَ
لَأَنَّ أَذَى النَّبِيِّ حَرَامٌ إِنْتِفَافًا فَلَيْلُهُ وَ حَجِيرُهُ

”جو میری بیٹی کو تکلیف دے وہ مجھے تکلیف دیتا ہے۔ اس فرمان میں اس کی ہستی کو اذیت پہنچانا حرام بیان ہوا ہے جس کی اذیت سے نبی علیہ السلام کو تکلیف پہنچے۔ نبی علیہ السلام کو ایذا پہنچانا حرام ہے۔ چاہے تکلیف قصویٰ ہو یا بڑی، اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔“

اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کی ہے کہ

وَقَدْ حَرَّمَ يَأْتِيهِ يُوْذِيهِ مَا يُؤْذِي فَاطِمَةَ

جو فاطمہ کو تکلیف پہنچا دے، نبی علیہ السلام کو تکلیف پہنچاتا ہے۔

فَكُلُّ مَنْ وَقَعَ مِنْهُ فَيُحْيِي فَاطِمَةَ شَيْءٍ فَتَأَذَّتْ بِهِ فَهُوَ

يُؤْذِي النَّبِيَّ بِشَقَاقِهِ هَذَا النَّعْبِ الصَّحْبِ

”حق فاطمہ میں کوئی بھی زیادتی ہوئی جس سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچی، جس چیز سے فاطمہ تکلیف محسوس کرے، اس سے نبی ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس کے لئے یہ صحیح حدیث شاذ ہے۔“

مزید علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

وَلَا شَيْءَ أَفْظَعَكُمْ فِي إِذْخَالِ الْأَذَى عَلَيْهِ مِنْ قَبْلِي وَلَقَدْ أَخَذَ النَّبِيُّ مِنْ قَبْلِ هَذَا كَسْبَ بَنِي تَمِيمٍ لِيُؤْذِيَ النَّبِيَّ بِشَقَاقِهِ هَذَا النَّعْبِ الصَّحْبِ

”حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سب سے بڑی تکلیف جو پہنچانی گئی وہ ان کے بیٹے (حسین رضی اللہ عنہ) کو (میدان کربلا میں) بے دردی سے قتل کیا گیا“ (تفہیم الاحوال جلد دوم ص 251)

طلبگار شفاعت

اسی طرح کا ایک واقعہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ ایک روز عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس آئے۔ نو خیر جوان تھے، سر کے بالوں کی دھلیں گردن تک لٹک رہی تھیں۔ غلیظہ راشد نے ان کی بھری مجلس میں تعظیم کی، ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کا کام کیا۔ پھر ان کے پیٹ پر شوکر لگائی۔ اور کہا۔ قیامت کے دن میری سفارش کیلئے، اسے یاد رکھنا۔ جب حضرت عبداللہ چلے گئے تو حاضرین مجلس نے غلامت کی (کہ اس آل رسول رضی اللہ عنہ کے بچے کو اتنی عزت کیوں دی؟) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا۔

مجھے شہد رادوں سے حدیث پہنچی ہے جیسے کہ میں خود رسول ﷺ سے سن رہا ہوں۔ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس چیز سے اسے خوشی ہوتی ہے، مجھے بھی اسی سے خوشی ہوتی ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگر فاطمہ آج زندہ ہوتیں۔ تو جو حسن سلوک میں نے ان

کے بچے کے ساتھ برتا ہے، وہ ضرور خوش ہوتیں۔ لوگوں نے پوچھا۔ پھر آپ نے ان کے بچے کے پیٹ میں ضرب کیوں لگائی تھی؟ فرمایا اہل رسول ﷺ کا ہر فرد قیامت کو سفارش کرے گا۔

وَرَجُوتُ أَنْ أَتُخَوِّنَ فِي شَقَاقِهِ هَذَا النَّعْبِ الصَّحْبِ (284)

”میں امید کرتا ہوں کہ میری سفارش کریں گے۔“

حافظ علامہ الدین غفاری رحمہ اللہ نے اس روایت کا آخری حصہ یوں نقل کیا ہے۔

وَلَمَّا عَمَرَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَلَيْهِ سَبِيلٌ لِمَ قَعَلْتُ هَذَا؟

قَالَ أَرَأَيْتَ بِنْتَ شَقَاقَةِ خَدِيمٍ

”جب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے انہیں شوکر لگائی تو کسی نے سوال کیا۔ امیر المومنین! یہ کام آپ نے کیوں کیا؟ فرمایا۔ میں ان کے

نامہ مبارک کی شفاعت کی امید کرتا ہوں۔“

(اکمال تہذیب الکمال فی اسامی الرجال جہار ص 360)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس سیدہ زوہرہ سے عبداللہ رحمہ اللہ پر کمال درجے کے ریمارکس (Remarks) لکھے ہیں پورے صفحے کا فٹ نوٹ (Foot Note) دیا ہے۔ معصوب زہیری نے کہا۔ ہمارے علماء جتنا احترام اسے دیتے تھے اتنا میں نے کسی اور کیلئے نہیں دیکھا۔ ان عین میں نے کہا یہ اللہ اور مامون ہیں۔ محمد بن عمر نے کہا۔ وہ عبادت گزاروں میں سے تھے۔ ان کو اللہ نے عزت و شرف دے دیا وہیت سے نوازا تھا۔ محمد بن سلام ابھی نے کہا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ہاں ان کا بہت مقام تھا۔ ابن حبان رحمہ اللہ نے انہیں طبقہ عالیہ کے نکات میں ذکر کیا ہے۔ (تہذیب الاحیاء ج 1 ص 186)

□ علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نقل حسین رضی اللہ عنہ کو ایذا سے فاطمہ رضی اللہ عنہا بتاتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جو کئی نسل کا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حسن سلوک کو، چہرہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا بتاتے ہیں اور

اس بنیاد پر وہ قیامت میں شفاعت پیغمبر ﷺ کے امیدوار ہیں۔ لہذا آج بھی اگر کوئی آل رسول ﷺ سے بغض رکھے یا بدتمیزی کرے، وہ قیامت میں اپنے فاطمہؑ و ایزائے رسول ﷺ کے گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور روزِ محشر شفاعت نبی ﷺ سے عمری کا سامان کرتا ہے۔

اصلی سیدہ

علامہ ابن الجوزیؒ نے ایک فقہ انگیز واقعہ لکھا ہے۔

عبداللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ گزشتہ زمانے میں ایک آدمی حج کرنے کا بہت شوقین تھا۔ اس نے حسب معمول ایک سال حج کا ارادہ کیا۔ بہت سے لوگ حج کے لئے تیار ہو کر بغداد آئے۔ یہ شخص بھی ان کے ہمراہ روانگی کے لئے تیار ہوا۔ کہتا ہے۔ میں بازار گیا کہ حج کا ضروری سامان سفر خریدوں۔ میرے پاس پانچ صد (500) دینار تھے۔ راستے میں ایک خاتون ملی۔ اس نے مجھ سے استدعا کی کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے، میں ایک سید زادی ہوں۔ میری بچیاں پہلباس ہیں اور ہم چار روز سے ہائل بھوکے ہیں۔

وہ شخص کہتا ہے کہ اس خاتون کی بات میرے دل میں بیست ہو گئی۔ میں نے پانچ سو (500) دینار اس کے دامن میں ڈال دیئے۔ پھر میں نے کہا۔ اب اپنے گھر جاؤ۔ ان دیناروں سے اپنا وقت گزارو۔ اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور چلی گئی۔

اس سال اللہ نے میرے دل سے حج کی کشش ختم کر دی۔ میرے سب رفقاء حج پر روانہ ہو گئے وہ خبریت سے حج کر کے جب واپس آئے تو میں انہیں ملنے کیلئے اور مبارکباد پیش کرنے کیلئے گیا۔ جس حاجی کو مل مبارکباد دیتا۔ جواباً وہ بھی مجھے حج کی مبارک دیتا۔ اور دعائیں دیتا۔ اس بات نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ جب رات چھاگئی میں سو گیا۔ خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا۔

يَا فُلَانُ لَا تَعْجَبْ مِنْ تَقْبِيَةِ النَّاسِ لَكَ بِالْحَجِّ أَغْنَتْ

مَلُوقًا وَأَغْنَيْتَ صَبِيغًا فَسَلِّتَ اللَّهُ تَعَالَى فَلَئِنْ هُوَ صُورَتِكَ مَلَكًا فَهُوَ يَحْجُّ عَنْكَ فِي كُلِّ عَامٍ
”اے فلاں! حجاجین کی مبارکبادی سے توبہ نہ کر، تو نے ایک پریشان حال (میری نسل کی خاتون) کی مدد کی ہے۔ اور اسے بے نیاز کر دیا ہے۔ میں نے آپ کے لئے اللہ سے دعا کی کہ تو خداوند عالم نے حیرتی عقل کا ایک فرشتہ پیدا کر دیا۔ جو ہر سال میری طرف سے حج کیا کرے گا۔“

یہ واقعہ اگرچہ حکایت ہی ہے۔ مگر ایمان والوں کے دل گرم اور نرم کرنے کا ایک ذریعہ بھی ہے۔ جو حقیقی سید ہیں ان کا احترام قیامت تک امت پر واجب ہے۔

جعلی سیدہ

علامہ ابن جریرؒ نے بعض حفاظ حدیث سے نقل کرتے ہیں۔

متوکل عباسی مکران کے دربار میں ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ وہ سیدہ خاندان سے ہے۔ اس نے درباریوں سے پوچھا۔ اس کی تحقیق کیسے کی جائے؟ تو کہا گیا امام علیؑ رضی اللہ عنہ سے معلوم کریں۔ انہیں بلوایا گیا جب وہ تشریف لائے تو متوکل نے انہیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھالیا۔ پھر ان سے سوال کیا۔ سید کی پہچان کیا ہے؟ امام نے فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ لَحْمَ أَوْلَادِ الْحَسَنِ عَلَيَّ السَّبَاحِ فَلَنَلْقَى لَيْسَابَ۔

”اللہ نے حسینؑ کی اولاد کا گوشت شیروں کے لئے حرام کیا ہے۔ اس عورت کو شیروں کے آگے ڈال کر آزمائش کر لیں۔ جب عورت سے کہا گیا تو اس نے اپنے جھوٹے دعویٰ کا اعتراف کر لیا کہ وہ سیدہ نہیں ہے۔“

اس کے بعد کسی نے متوکل سے کہا، آپ خود یہ تجربہ کیوں نہیں کر لیتے؟ اس نے تین (3) شیر منگوائے اور اپنی نعل کے گھن میں چھوڑ دیے۔ پھر امام علی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ اور پیچھے سے گیٹ بند کر دیا۔ شیر اتنا زور سے دھاڑا رہے تھے کہ کان بھرے ہونے لگے۔ جب امام حسین سے گزر کر بیڑی پر چڑھنے لگے تو شیر بالکل خاموش ہو گئے۔ امام کے گرد آ کر گھومنے لگے۔ امام بھی اپنی آستین کے ساتھ ان کی چوہ پر ہاتھ بھیرتے رہے۔ پھر شیر سکون سے زمین پر بیٹھ گئے۔ اور امام آرام سے نہ بیٹھ کر چڑھ گئے۔ سارے درباری یہ منظر دیکھتے ہی رہ گئے۔ امام کچھ دیر تک متوکل سے گفتگو کرتے رہے۔ واپسی پر امام عالی مقام اسی راستے سے اترے شیروں نے وہی فرماں برداری کا سلوک کیا۔ اپنی کمر پر امام کا دست شفقت بھر دیا۔ اور امام باہر نکل گئے۔

فَاتَصَّعْتُ الْمَوْتُ شَيْئًا بِحَالٍ وَفِي عَظِيمَةٍ
”متوکل نے امام سے متاثر ہو کر بڑا اہم یہ ان کی خدمت میں بھیجا دیا۔“

دوسرا واقعہ

آگے ان تجربہ کی کہتے ہیں۔

امام حسنؓ کی نسل سے یحییٰ بن عبداللہؓ، الحسن بن حسنؓ، الحسن بن علیؓ بن ابی طالبؓ جب جان بچانے کے لئے دہلیخ فرار ہوئے تو گرفتار کر کے واپس دربار رشید میں لائے گئے۔ رشید نے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا۔ مگر بڑے عوض میں پیچیدہ دیئے گئے جہاں بھوکے شیر بند تھے۔ لیکن شیروں نے امام یحییٰؓ کو کچھ نہ کہا۔ کھانے سے باز رہے۔ وہ آپ پر حملہ آور ہونے سے ڈرتے تھے اور آپ کے پہلو میں پناہ لیتے تھے۔

(حوالہ مذکورہ ص 255)

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْخُفْرَ

سورہ کوثر کے شان نزول کے بارے میں صحیح حدیث ہے کہ عاص بن وائل باب بنی کہم سے حرم میں داخل ہو رہا تھا۔ اندر سے حضور ﷺ نکل رہے تھے۔ دروازے پر دونوں کی ملاقات ہوئی کچھ باتیں ہوئیں۔ قریشی سوراخوں سے پوچھا عاصؓ سے باتیں کر رہے تھے؟ قَالَ ذَلِكُ الْاَمْتَرُ ”وہی نسل یہ ہے“

یعنی نبی ﷺ کا بھی چند ہی روز قبل، بیٹا جو حضرت خدیجہؓ سے تھافوت ہوا۔ (تفسیر بغوی، سورہ کوثر)

علامہ ابن جریر مستدرک میں لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دشمن (شامی) کے بارے میں اختلاف ہے کسی نے کہا: * عاص بن وائل * کسی نے ابو جہل کہا * کسی نے عقبہ بن ابی معیط کا نام لیا۔

کوثر سے مراد ہر طرح کی خیر کثیر حضور ﷺ کو عطا ہوئی، وہ نیا اور آخرت میں ایک خاص خیر یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ سے آپ کی نسل جاری رہے گی، قیامت تک آپ کے دشمنوں کی نسل کا نام و نشان نہیں رہے گا۔

اسی طرح جنہوں نے کہہ بلا میں آپ کے خاندان کو سطحی سستی سے مٹانے کی کوشش کی۔ نوے (90) سال حکومت کرنے کے بعد، بنو امیہ بھی کم نام ہوئے۔ ان کی نسل کا بھی کوئی نام و نشان نہ رہا۔ نسل رسول ﷺ سے باقی موجود ہیں، سید موجود ہیں، عباسی و علوی موجود ہیں، قریشی موجود ہیں، مسیحی موجود ہیں، مگر اموی کوئی نظر نہیں آتا۔ خدا نے آپ ﷺ کے دشمنوں کو بھی بے نام کر دیا۔ اور آپ ﷺ کے دشمنان اہل بیت کو بھی ذلیل و رسوا اور گناہم کر دیا۔ آج کے سید جھوٹے ہوں یا سچے مسلمانوں میں پھر بھی احترام سے دیکھے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی اموی دعوئی بھی کرے کہ وہ سچا خاندانی ہے۔ اس کا کوئی احترام مسلمانوں کے دلوں میں نہیں ہے۔ یہ ہے برکت نسل رسول ﷺ کی، کہ قیامت تک خدا نے انہیں باقی بھی رکھا۔ اور عزت سے بھی نوازا۔ نسل رسول ﷺ اترتے ہوئی۔

صرف حسین علیہ السلام ہی کیوں تھے؟

حدیث نمبر ۱۳۶

جو آدمی شریعت اسلام میں گہری بصیرت رکھتا ہے اس کیلئے یہ سوال مٹ ہے۔
سیرۃ نبوی ص ۱۱۱ اور خلافت راشدہ میں اس کی مثال موجود ہے۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وَحَسَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ يُعَلِّدُهُ وَيُنَايِدُهُ اللَّهُ
”عبداللہ بن جعفر نے امام حسین کو خط لکھا، اس میں وہ امام کو خیر دار کر
رہے تھے اور اُن کا واسطہ نہ رہے تھے۔“

فَحَسَبَ إِلَيْهِ

”امام نے اپنے چچا زاد اصح کو خط کا جواب لکھا۔“

إِنِّي رَأَيْتُ الْمَوْمِنَ رَأَيْتُ فِيهَا رَسُولَ اللَّهِ وَ أَمْرِي بِأَمْرِ آتَا
مَاضٍ لِي
(سیر اعلام النبلاء، ص ۲۹۷)
”میں نے خواب میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور مجھے آپ نے
جو حکم دیا ہے اسی کی تعمیل میں جا رہا ہوں۔“

اسوے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو انصاف اسلام (خواب پریشان) نے دھوکہ
نہیں دیا تھا کیونکہ وہ تو اللہ سے ظہیر قلب و نظری ختم غلطی پا چکے
تھے۔ حسین علیہ السلام نے وہی اقدام کیا جس کا حکم انہیں دربار نبوت سے
مل چکا تھا۔ اس پر انہیں مکمل شرح صدر حاصل تھا۔
ہمارے بعض لوگ حق کے پیانوں سے ان حقائق کو پرکھنے کی کوشش

کرتے ہیں۔

بائیں ذکوۃ سے جنگ کیلئے صرف حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام کو شرح
صدر حاصل تھا۔

جبکہ عمر فاروق علیہ السلام جیسے سب لوگ گھبرائے ہوئے تھے کہ کلمہ گو
نمازیوں سے جنگ کیونکر جاکر ہے؟

بیش اسامہ علیہ السلام کی روانگی پر صرف ابو بکر علیہ السلام کو شرح صدر حاصل
تھا۔ باقی سارے صحابہ تذبذب تھے۔

صلح حدیبیہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شرح صدر تھا۔ جبکہ صحابہ کرام علیہم السلام
پریشان تھے کہ کیوں کفار مکہ سے دُک کر شراکۃ تسلیم کی جائیں۔

صحیح بخاری میں حدیث ہے مروان ملعون عید کی نماز پڑھانے کے
بجائے۔ عید گاہ میں سید صاحبزادہ چاند بیضا تو حضرت ابوسعید خدری علیہ السلام

نے بھرے مجمع میں مروان کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

عَلَيْكُمْ وَ اللَّهُ

خدا کی قسم! تم نے سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بدل ڈالا ہے۔

(حدیث نمبر ۹۵۶)

اب کوئی کہے کہ ابوسعید علیہ السلام کو کیا پڑی تھی؟

خود ان کو وہ یہ کہہ کر نکو بنے۔ جبکہ بے شمار صحابہ اور صحابہ کی اولادیں خاموش
جیٹھی تھیں۔

کیا ایسا اعتراف کرنے والا شخص درست ہوگا؟

یا ابوسعید علیہ السلام کی حق گوئی قابل ستائش ہے؟

بالکل اسی طرح امام حسین علیہ السلام کا سینہ اللہ نے کھول دیا تھا کیونکہ اس وقت وہ خاندانِ نبوت کے واحد سپوت اور شریعت کی پاسداری کے ظہیر وار تھے۔ وہ روحِ قرآن سے پوری طرح واقف تھے۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

لَوْلَا بُنْيَاهُمْ الرُّسُلُونَ وَالْأَنْبِيَاءُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِيمَانُ وَأَنَّهُمْ
الْمُسْحَتُ لَيْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ (المائدة: 63)

”کیوں ان کے علماء اور مشائخ انہیں گناہ پر زبان کھولے، اور حرام کھانے سے نہیں روکے؟ یقیناً بہت ہی برا کارنامہ زندگی ہے جو وہ تیار کر رہے ہیں۔“

اس گم خداوندی کا مصداق اور کہاں ہوتا؟ کیا امام حسین علیہ السلام ان قرآنی احکام کو جانتے یا سمجھتے کسی غار میں بیٹھ کر چلے گئے تھے؟
یا میدانِ کارزار میں اتر کر دنیا کو شہادت کے ذریعے تباہ کر قرآن کا خفا برائیوں کے خلاف چپ سا دھ لیا تھا ہے۔

بلکہ خدا کے بانگیوں سے ٹکرا کر ان کے حق حکومت کو توڑنا اور پاش پاش کرنا ہے۔
اور ان کی نام نہاد مسلمانی کا پردہ چاک کرنا ہے۔

عبداللہ بن جعفر کے دو (2) بیٹے امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہید ہوئے
امام زہبیؒ لکھتے ہیں۔

وَقِيلَ مَعَ الْحُسَيْنِ مُحَمَّدٌ وَعُوْنُ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ
بِأَبِي طَالِبٍ۔

”حضرت حسین کے ساتھ ان کے بھتیجے محمد اور عون بھی شہید ہوئے جو
عبداللہ بن جعفر کے بیٹے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء)

یہی عبداللہ امام حسین علیہ السلام کو روکنے والوں میں تھے جب ان کے پاس
آ کر کسی نے افسوس کیا کہ حسین علیہ السلام سے ہمیں کیا ملا؟ تو انی جعفر نے
اسے جوتامارتے ہوئے کہا۔“

يَا بَنِي اللَّحْنَاءِ! اللَّحْسَيْنِ نَقُولُ هَذَا؟

”اے گندی عورت کے بیٹے! کیا حسین علیہ السلام کی شان میں یہ کہو اس
کہتا ہے؟“

وَاللَّهِ لَوْ شِئْتُمْ لَا خَبْرَ أَنْ لَا أَفَارِقَهُ حَتَّى أَقْبَلَ مَعَهُ

”خدا کی قسم! اگر میں وہاں ہوتا تو بھی حسین علیہ السلام سے جدا نہ ہوتا، میں
ان کے ساتھ مرجانا پسند کرتا۔“

میں اپنے ہاتھوں سے اگر حسین کا ساتھ نہیں دے سکا۔ چلو میرے دو بیٹوں نے
جان قربان کر کے مجھے حوصلہ دیا ہے۔ (الہدیۃ والنبیۃ، 593/8، الکامل ابن حجر موم، 540)

اعاب بنی فہر، حسینؑ کے منہ میں

حدیث نمبر ۱۴۲

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَارَأَيْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ إِذَا فَاضَتْ غَيْبِي دُمُوعًا وَ ذَلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ خَرَجَ يَوْمًا فَوَجَدَنِي فِي الْمَسْجِدِ فَأَعَدَّ بِيَدِي وَأَتَمَّنَا عَلَى أَنْ لَا تَكَلِّفْتُ مَعَهُ حَتَّى جَاءَ سُوقِي بَيْنِي قَيْلَانًا قَالَ: وَ مَا تَكَلِّفْتِي فَلَطَافٌ وَ نَظَرٌ ثُمَّ رَزَعَ وَ رَجَعْتُ مَعَهُ فَجَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ وَ احْتَبَنِي وَ قَالَ لِي: ادْعُ لِي لُحْمًا فَاقْنِي مُحْسِنٌ يَشْتَدُّ حَتَّى وَقَعَ فِي جِوْفِهِ ثُمَّ ادْخَلَ يَدَهُ فِي لِحْمِهِ رَسُولُ اللَّهِ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ يَفْتَحُ فَمَ الْمُحْسِنِ فَيُدْجِلُ فَاهُ فِيهِ وَ يَقُولُ اكْلُهُمْ لِي أَحَبُّ فَاجِئْهُ

(بہ حدیث صحیح السنن وصال الدینی صحیح، مستدرک بحجم ۱۸۰۹)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں جب بھی حسینؑ کو دیکھتا ہوں۔ میری آنکھیں اٹھار ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ایک روز رسول اللہؐ اپنے گھر سے نکلے مجھے مسجد میں دیکھا میرا ہاتھ پکڑا سہارا لیا۔ میں آپؐ کے ساتھ چل دیا۔ بازار آئے۔ میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی گھوم پھر کر واپس آئے میں بھی ساتھ ہی لوٹ آیا۔ مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ اپنا صاف گردہا تھ کر بیٹھے۔ مجھے حکم دیا میرے بچے کو بلاؤ، حسین بھاگتا ہوا آیا، اور آپؐ کی گود میں بیٹھ گیا، پھر آپؐ کی داڑھی مبارک میں ہاتھ ڈال کر

کھینٹ لگا۔ آپؐ حسینؑ کا منہ (خوبصورت کھنڈا) کھولنے اور محبت و پیار اس کے منہ میں اپنا منہ ڈالنے اور دعا فرماتے۔
”اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔“

تشریح

حضرت ابو ہریرہؓ جب بھی حسینؑ کو دیکھتے انہیں ترس آتا کہ حسینؑ آج قیاموں کی طرح ہے آسرا بھر رہے ہیں۔ نہ لاؤ کرنے والے ناہم ہوں رہے، نہ مہر و محبت کرنے والی ماں فاطمہؓ رہی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو ان کے ناز برداروں کا زمانہ یاد آتا تو آنسو پکڑتے کہ کبھی حسینؑ سے پیار کرنے والے کفر و عالم علیؑ تھے۔ حضرت حسینؑ جب سائے چھ برس کے تھے تو نا تا حضورؐ دنیا سے رخصت ہو گئے، جب ان کی عمر سات (7) برس ہوئی تو والدہ کی شفقت سے بھی محروم ہو گئے۔ شفیق ماں کی جدائی کا صدمہ تو بڑے بڑے لوگوں کو ہلا کے رکھ دیتا ہے۔ مگر سات (7) سال کا بچہ تو صدمہ بہت محسوس کرتا ہے۔ کل تک جو شیراؤں کی طرح مٹھوں کی آغوش میں مل رہا تھا۔ آج ان بچہ بھری فضاؤں سے محروم، بے کسی کے عالم میں جی رہا تھا۔ بچپن ہی میں بڑے بڑے غم پہنچے پڑے اور محبوب شخصیات کی جدائی کے صدمہ برداشت کرنے پڑے۔

اللہ رب العالمین کے بعد صرف مہربان باپ حضرت علیؑ کا سر پر سایہ تھا۔ بھائی حسنؑ بھی اتنے بڑے نہ تھے وہ بھی بچے تھے۔
قیمہ صدیقیؒ سے فراق مادر پر فرماتے ہیں۔

میں ترے بعد رہا دہر میں تجا تجا
گرچہ تھے والد مرحوم کے الخاف بہت
تیری شفقت کا خلا آج خلک نہ ہوا
تو رہے عرش کے سائے میں تو فہر ہوں شفیق

حدیث مذکورہ میں حال حسین علیہ السلام دیکھ کے، جیسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہوتے، ویسے ہی دیگر شرف رسالت کے پرانے بے تاب ہو جاتے۔ کیا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، کیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی لئے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی تکلیف پر فرمایا تھا۔ تو کہتا ہے کہ میرا وحیفہ حسین رضی اللہ عنہ کے برابر کیوں مقرر نہیں کیا گیا۔ بیٹے اچا حسین کی ماں جیسی، ماں تو سناش کر کے لا۔ ان کے باپ جیسا باپ، اصولاً نہ لا۔ ان کے چچا رضی اللہ عنہ جیسا نانا تو پیش کر کے دکھا۔

واقعی حسین رضی اللہ عنہ کے نانا رضی اللہ عنہ نے حسین رضی اللہ عنہ سے گہری شفقت و محبت کے بھرپور نمونے پیش فرمائے۔ جہاں ساری شریعت کے حضور رضی اللہ عنہ امت کے لئے اسوۂ کامل ہیں۔ اسی طرح حب حسین رضی اللہ عنہ پر بھی قرآن کریم باقی ہے۔

(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)

”در حقیقت تم لوگوں کیلئے اللہ کے رسول میں ایک بھترین نمونہ ہے۔“

یعنی جیسے نبی اکرم رضی اللہ عنہ حسین کی غیر حاضری پر اسے بلوائے، اس سے پیار کرتے، ان کے رونے پر بے تاب ہوتے۔ اسی طرح ہر اہل حب و کر حسین رضی اللہ عنہ کسی مسجد میں سے کسی مولوی کی وقفہ میں یا حسین رضی اللہ عنہ ملحقہ دپانے، اسے بھی حضور رضی اللہ عنہ کی طرح بے چین ہو جانا چاہئے۔ نام حسین رضی اللہ عنہ سن کر حضور رضی اللہ عنہ کی طرح دل میں جذبات محبت اچھلنے پانچیں۔ ان کا نام نامی ان کر ان کے حضور درود و شریف کا خزانہ عقیدت جوش کرے۔ جس کا رویہ اس کے خلاف ہو گا وہ اسودہ کامل کا بیج و کار نہیں ہو سکتا۔ جہاں دیگر سنتوں پر لوگوں سے جنگ و جدال کرتے پھر تادیب نظر آتا ہے۔ وہاں حضور رضی اللہ عنہ کی یہ سنت حب حسین رضی اللہ عنہ نظر نہیں آتی۔

حسین علیہ السلام کی ناز برداریاں

حدیث نمبر ۱۴۵

عَنْ بَعْضِ الْعَامِرِيِّ أَنَّ عَزَّ حَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى عَلَامٍ دُعُوا لَهُ فَإِنْ فَاسْتَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ أَمَامَ الْقَوْمِ وَ حُسَيْنٌ مَعَ الْعِلْمَانِ بَلَعَبَ قَارَادَ رَسُولُ اللَّهِ أَنْ يَأْخُذَهُ فَطَلِقَ النَّبِيُّ يَمِينَهُمَا مَرْوَةً وَ هَهُنَا مَرْوَةً فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ يَضْحَكُهُ حَتَّى أَخَذَهُ قَالَ فَوَضَعَ إِحْدَى يَدَيْهِ تَحْتِ فِئَاهُ وَ الْأُخْرَى تَحْتِ ذَقْنِهِ فَوَضَعَ فَاهُ عَلَى فِيهِ بِقَبْلَةٍ فَقَالَ حُسَيْنٌ مِثْلِي وَ أَنَا مِنْ حُسَيْنٍ أَحَبَّ اللَّهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سَبِيٌّ مِنْ الْأَسْبَاطِ (مسند حاکم جلد پنجم ص 1807، وقال الذہبی، صحیح)

”یعنی رضی اللہ عنہ حضور رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک دعوت طعام کے لئے نکلے۔ حضور رضی اللہ عنہ سب سے آگے بڑھے، دیکھا تو حسین رضی اللہ عنہ دیگر بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حسین کو پکارنے لگے، تو وہ بچہ کبھی دو دو رکھ کر اچھل جاتا ہے، کبھی ابو رکھ جاتا ہے۔ حضور رضی اللہ عنہ اسے ہنساتے لگے، ہانا خروہ پکڑا لیا۔ حضور رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک ہاتھ اس کی گردن پر رکھا اور دوسرا ہاتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا۔ اپنا منہ مبارک اس کے منہ پر رکھا اور اسے چومنے لگے۔ پھر حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ اللہ اس شخص سے خوش رہے جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے۔“

اس روایت کو علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ ضعیف قرار دیا ہے۔ مگر امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

سنن ابن ماجہ کے محقق محمد مصطفیٰ الازہری نے اسے حسن لکھا نیز کہا
درجائے ثقات

اور اس حدیث کی تائید ابن ماجہ کی حدیث 130 سے بھی ہوتی ہے۔

اسانیت کے نام پر کیا کر گئے حسینؑ ہر دور کے باندہ خیلوں سے پوچھ لو

پلوں کی رگڑ رچی نہ جو گئے مہاکے تھے لیکن ہمارے ہیں جو سہ دھاکے تھے
چاہے کون روکنا قاصد کو ہر دم سے ادھاپ دیتا ہر سہ پہرے دھاکے تھے
(سیرتِ نبویؐ)

حدیث نمبر 354

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي وَ
مَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي (اسنادہ صحیح و رجالہ ثقات)
”حضور ﷺ نے فرمایا: ”جس نے حسن و حسین ؑ سے محبت کی گویا
اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا گویا اس
نے مجھ سے دل میں بغض رکھا۔“

بغض پانے والے ابو جہل، ابولہب جیسے کافر تھے۔ حب نبی پانے
والے، چاروں خلفاء، عشر و مبشر و اہل بدر و احد و حنین و تبوک تھے۔
شارح ابن ماجہ مولانا محمد علی جانا زہبی نے اس روایت پر لکھا: ”

قَالَ الْبُوصَيْرِيُّ هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ وَ جَائِدٌ ثَقَاتٌ
گزشتہ روایت نمبر 353 پر لکھا۔

قَالَ الْبُوصَيْرِيُّ هَذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ، وَ جَائِدٌ ثَقَاتٌ۔

(انجاز الحاجہ جلد اول ص 550)

تشریح

قَالَ جَانِبُ زَهَبِيٍّ : وَ هَذَا يُدَلُّ عَلَى أَنَّ مُحَبَّتَهُمَا فَرِضٌ وَ
يُؤْتَى الْإِيمَانُ بِمُؤَيِّدَاتِهَا

”یہ حدیث دلائل کرتی ہے۔ کہ حسین و حسین ؑ سے محبت کرنا فرض
ہے، ان کی محبت کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔“ (حوالہ مذکور)

حضرت حسین ؑ کے لئے حضور ﷺ کا فرمان کہ حسین مجھ سے ہے،
قَالَ الْفَقَاهِيُّ زَهَبِيٌّ كَأَنَّهُ عَلِمَهُ بِمَوَدِّ الْوُحْيِ مَا سَبَّحَدَثَ بَيْنَهُ وَ

بَيْنَ الْقَوْمِ وَ بَيْنَ الْكُفْرِ خَالَتْنِي الْوَالِدَةُ الْوَحِيدَةُ فِي وَجْهِ
الْمَحَبَّةِ وَ حُرْمَةِ التَّعَرُّضِ وَالْمَحَارَبَةِ (حوالہ مذکورہ)
"قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا۔ حضور ﷺ نے حسین ﷺ کو اور
اپنے آپ ﷺ کو ایک ہی جسم قرار دیا۔ گویا آپ ﷺ کو وحی
کے نور سے پیدل کیا ہوگا۔ کہ میرے حسین ﷺ اور قوم کے درمیان
کیا حادثہ پیش آئے والا ہے؟ جمعی اس کی محبت واجب قرار دی اور
حسین ﷺ کے خلاف لڑائی کو حرام قرار دیا۔" (حوالہ مذکورہ)

بعض لوگ بچوں سے گھر کی چار دیواری کے اندر ہی محبت کرتے ہیں۔

مگر حضور ﷺ نے حسین ﷺ سے محبت گھر کے اندر ہی نہیں کی، بلکہ سرعام،
جہاں سارے لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ کبھی منبر پر، کبھی گلیوں میں، کدھوں پر اٹھا
کر، کبھی جہدے طویل کر کے، کبھی رانوں پر اٹھا کر، یعنی ہر وہ انداز محبت اپنایا، جو سب کو
معلوم ہو جائے۔ یہ کام شفیق نہ رکھا کوئی تذکرہ کر سکے کہ میں خبر نہ ہو سکی۔ محبت گھما کر کے بھی
دکھاتے رہے۔ اور زبان مبارک سے فرماتے بھی رہے۔ کہ ان میرے نواسوں سے ضرور
بالضرور ہر حال میں محبت و شفقت سے کام لیا۔ انہیں ذرا دکھ نہ دینا۔ ورنہ میرا دل دکھاؤ
گے۔ کہیں اللہ کے اس فرمان کی زد میں نہ آ جانا۔

وَالَّذِينَ يُلُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (التوبہ: 61)

"جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو دکھ دیتے ہیں، ان کے لئے
دردناک عذاب ہے۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عالم خواب میں شہادت حسین ﷺ دیکھی
حدیث نمبر 14

عَنْ سَلْمَى قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَهِيَ تَبْكِي
فَقُلْتُ مَا يَكُونُ؟ قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُعْطِي بِي
الْمَنَامَ وَ عَلَى رَأْسِهِ وَ لَحْيَيْهِ التَّزَابُ فَقُلْتُ مَا تَكُونُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ؟ قَالَ ﷺ حَدَّثْتُ قُلُوبَ الْفَحْشَى أَرْبَعًا

سَلْمَى رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو وہ رو رہی
تھیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کس وجہ سے رو رہی ہیں؟ انہوں نے
جواب دیا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ
کے سر مبارک، اور داڑھی مبارک پر خاک پڑی تھی۔ میں نے
دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو کیا ہوا ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں ابھی حسین ﷺ کی قس کا وہ سے آیا ہوں۔

معیار روایت

مطالعہ القاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح نہیں کہا۔

قُلْتُ لَكِنْ يَقُولُونَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي عُبَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

اس روایت کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت تقویت دیتی ہے۔

جس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ کو خواب میں پریشان حال دیکھا تھا۔
اور ہاتھ میں خون کی شمشیری تھا سے اور فرما رہے تھے۔ سچ سے میں خون حسین ﷺ اس میں جمع
کر رہا ہوں۔ (اس روایت کو علامہ ابوالہادی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا)

• علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

شہر بن حوشب نے کہا

میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا (زوجہ النبی ﷺ) کے پاس حجابِ عقل حسین رضی اللہ عنہا کی خبر ان تک پہنچی۔ وہ بکا راحیں۔

قَدْ قَعَلُوْهَا؟

کیا واقعی انہوں نے یہ کر ڈالا ہے؟

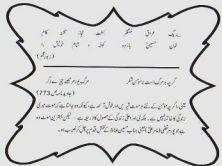
پھر بد عاںم دیتی ہوئی بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئیں۔

اور یہ کہہ رہی تھیں۔

مَنْ لَّهِ اللَّهُ يَوْمَهُمْ وَ هُوَ وَ هُمْ نَارًا

"اللہ ان کے گھر اور ان کی قبریں آگ سے بھر دے۔"

(سیر اعلام النبلاء، موسم 318)



عاتکہ
عاتکہ
عاتکہ
عاتکہ
عاتکہ

اگرچہ وہ ایک ہی شخص ہیں، مگر وہ ایک ہی شخص ہیں۔

(773)

یعنی اگرچہ وہ ایک ہی شخص ہیں، مگر وہ ایک ہی شخص ہیں۔
وہ ایک ہی شخص ہیں، مگر وہ ایک ہی شخص ہیں۔
وہ ایک ہی شخص ہیں، مگر وہ ایک ہی شخص ہیں۔

صرف ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی کیوں راویہ ہیں؟

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین) کا نقل حسین رضی اللہ عنہ پر اتنا شدید رد عمل کیوں ظاہر ہوا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ انہی کے گھر ہوتے تھے کہ آسانی فرماتے آ کر بارہا نقل حسین رضی اللہ عنہ کی خبریں دیتے تھے اور حضور ﷺ اپنے حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر دوتے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کے سامنے یہ سب مناظر تھے۔

(کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ جبکہ وقت نو (9) ازواجِ مطہرات میں سے صرف

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر یہ واقعات کیوں پیش آئے؟ یہ بھی اللہ کی خاص حکمت تھی کہ

حضور ﷺ کی تمام ازواجِ واقعہ کر بلا سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ صرف ایک

ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی نے اس حادثہ ظاہر کو اپنی زندگی میں پایا تھا۔ اس لئے قدرت نے ان کے گھر

کا انتخاب کیا۔ اور انہی کو شہدہ بنایا۔ انہی کو کر بلا کی مٹی حضور ﷺ نے دی۔

اور فرمایا اسے سنبھال رکھو جب مٹی خون بن جائے تو کچھ لینا میرا حسین رضی اللہ عنہ شہید

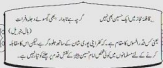
کر دیا گیا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمام پیش گوئیاں

حج ثابت ہوئیں اور انہوں نے اپنی زندگی میں دیکھ لیں۔

یہ بھی نبی ﷺ کے دلائلِ نبوت میں سے ایک زبردست دلیل ہے۔ جو حقیقی فرمایا تھا۔

سب کچھ بعد میں درست نکلا۔

یہ نبی اکرم ﷺ کے سچے نبی ہونے کا واضح ثبوت ہے۔)



اگرچہ وہ ایک ہی شخص ہیں، مگر وہ ایک ہی شخص ہیں۔

(773)

یعنی اگرچہ وہ ایک ہی شخص ہیں، مگر وہ ایک ہی شخص ہیں۔
وہ ایک ہی شخص ہیں، مگر وہ ایک ہی شخص ہیں۔
وہ ایک ہی شخص ہیں، مگر وہ ایک ہی شخص ہیں۔

اہل بیت کی طہارت اور پاکیزگی

حدیث نمبر ۱۴۴

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ فِي يَوْمِ بَيْتِ نَزَلَتْ: إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ (سورة الاحزاب: 33)
قَالَتْ: فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى عَلِيٍّ وَ فاطمة وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ فَقَالَ ﷺ هَلْ لَكُمْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ
(متحدک 5/1767، قال الذہبی بی شرط بخاری)

”حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قرآن کی یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی۔“ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت نبی ﷺ سے کد کی کو دور کرے، اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے۔“

۱۰ پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں حضور نے علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا، حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بجا دیا (وہ آئے) تو فرمایا: یہ میرے اہل بیت ہیں۔

۱۱ اسی حدیث کی تائید امام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ہوتی ہے کہ ایک صبح نبی ﷺ گھر سے نکلے آپ ﷺ نے کالے بالوں کا مکمل اودھ رکھا تھا۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہما آئے۔ انہیں مکمل میں چھپایا پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا بھر لی آئے، انہیں بھی اپنے مکمل میں چھپایا پھر آپ ﷺ نے وہی آیت ۳۳ اودھ فرمائی۔ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ (حوالہ مذکورہ، قال الذہبی علی شرط بخاری و مسلم)

۱۲ اسی سے متعلق حدیث امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ بھی لائے ہیں۔

قَدْ بَيَّنَّتْ عَنِّي النَّبِيُّ ﷺ أَنَّكَ أَكْذَرُ كِسَاءً ؕ عَلِيٌّ عَلِيٌّ وَ فاطمة وَ حَسَنٌ وَ حُسَيْنٌ فَقَالَ ﷺ: اَللّٰهُمَّ هُوَلَاءِ اَهْلُ

بَنِي قَدْ ذَهَبَ عَنْهُمْ الرِّجْسُ وَ طَهِّرَهُمُ

(ان تیسہ بیٹے نہ یکن ناصیبا، ص 78)

علامہ ابن الجوزی رضی اللہ عنہ یہ روایت لائے ہیں۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَّ عَلَى الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ وَ عَلِيٍّ وَ فاطمة كِسَاءً ثُمَّ قَالَ ﷺ اَللّٰهُمَّ هُوَلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي وَ عاصمِي اُذْهِبْ عَنْهُمْ الرِّجْسَ وَ طَهِّرَهُمُ تَطْهِيرًا فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَ أَنَا مَعَهُمْ؟ قَالَ ﷺ إِنَّكَ إِلَى خَيْرٍ
(آئینہ ۱، ص 325)

امام ابن الجوزی رضی اللہ عنہ نے لکھا:

مَحْنُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ إِذَا سُئِلَ عَنْ عَلِيٍّ وَ أَهْلِ بَيْتِهِ قَالَ أَهْلُ بَيْتٍ لَا يُقَاسُ بِهِمْ أَحَدٌ (حوالہ مذکورہ)

”امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما سے جب بھی علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے بارے میں سوال ہوا۔ انہوں نے ہمیشہ یہی جواب دیا، اہل بیت کسی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی اہل بیت کے ہم چاہے کوئی گھر اندیش ہے۔“

۱۳ اسی نے امام ابن جوزی رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ تمہیں چسپاں کرتے ہیں۔

سُبْحَانَ مَنْ حَسَا أَهْلَ الْبَيْتِ نُورًا وَ جَعَلَ عَلَيْهِمْ حَسَدًا يَكْفِي الرِّجْسَ وَ سُورًا قُلُودًا تَلْقَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَلْقَوْنَ حُيُورًا۔

”پاک ہے وہ ذات جس نے اہل بیت کو نور کی چادر پہنائی۔ اور ان کے گرد گرد حقد اور دیوار کھڑی کر دی جو انہیں کدگی سے بچاتی ہیں۔ روز قیامت وہ خوشیوں اور مسرتوں سے نوازے جائیں گے۔“

مزید لکھتے ہیں۔

تشریح

اس حدیث میں آپ نے دیکھا کہ بچوں کا نمازی کے اوپر چڑھنا۔
 بظاہر بری چیز معلوم ہوتی ہے اور نمازی کی توجہ ہٹانے کا باعث ہے۔
 لیکن صاحب شریعت نے کتابتِ سابق آموزہ یہ لپایا کہ بچوں کو ڈانٹنا
 کرتے ہیں میری نماز خراب کر دی ہے۔ دان کے والدین کو سرزنش کی
 کہ دوران نماز بچوں کو تھاپا کیوں نہیں رکھتے۔
 پھر آپ ﷺ انہیں کمرے آہستہ سے اتار کر زمین پر بٹھا دیتے ہیں۔
 انہیں دھکا نہیں دیتے۔ نان کی حرکات سے پریشان ہوتے ہیں۔
 ابو ہریرہؓ نے سمجھا کہ اب بچوں نے نماز میں حضور ﷺ کو ستایا ہے
 لہذا انہیں گھر چھوڑنے کی تلقین کی آپ ﷺ نے فرمایا نہ بدنیہا۔
 اندر جہ سے اس سہانی بجلی اللہ نے ایسی چمکائی کہ دونوں بھائی اس
 کی روشنی میں اپنے گھر داخل ہو گئے۔ یہی ممکن ہے اللہ کی طرف
 سے یہ خاص کرشمہ جو بچوں کو نصیب ہوا۔ ورنہ اس سہانی بجلی مسلسل
 نہیں چمکتی بلکہ دھتے دھتے سے چمکتی ہے۔

اس حدیث کی ہمارے موضوع سے متعلق یہ بات ہے کہ حضور ﷺ
 اپنے قیمتی نواسوں سے سختی و سختی اور محبت فرماتے تھے۔ ہند کی رب
 میں خشوع و خضوع کی کمی برداشت کر لی۔ مگر رب کی ان نعمتوں
 (نواسوں) کو رنجیدہ کرنا گوارا نہ کیا۔ بچے چمکے کیا کہاں تھے جو اپنے
 نانہا ﷺ کو اپنی سواری (مرکب) بنائے رکھتے تھے۔ نبی ﷺ
 بھی کیا عظیم تھے۔ جو اپنے لاڈلوں کو اپنے اوپر سوار کئے رکھتے تھے۔

جسمِ پیغمبر ﷺ باعثِ رحمت

جنگِ بدر میں حضور ﷺ صاف سیدھی کرتے ہوئے سوانامی صحابی کے پیٹ پر
 ٹکڑی سے چکڑ لگا کر فرماتے ہیں۔ صف میں سیدھے ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگا! حضور ﷺ!
 آپ کو اللہ نے حق اور عدل کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے تکلیف دی ہے، مجھے
 بدلہ دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہ لواتا بدلہ۔ حضور ﷺ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا
 مگر سوا دوش نصیب نے فوراً آپ ﷺ کا پیٹ مبارک چوم لیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا
 سوا! ایسا کیوں کیا ہے؟ کہا حضور ﷺ! آپ جنگ دیکھ رہے ہیں۔

فَازِ ذُوْتِ اَنْ يَّكُوْنَ اَحْمَرُ الْعَقِيْدِ بِكَ اَنْ يَّمْسُ جِلْدِيْ جِلْدَكَ

"میں نے چاہا تھا کہ تیرا رنگ عقیقہ کے ہوتے وقت آخری عہد وفا کے طور پر میرا

جسم آپ کے جسمِ مطہر سے لگ جائے۔ (تا کہ مجھے مار جہنم نہ چھو سکے)"

نبی اکرم ﷺ نے اس کے اس جذبے کی قدر کرتے ہوئے اسے دعائے خیر
 سے نوازا۔ (مسودۃ الغزوات، الکبریٰ اول ص 98)

□ عمارہ بن زیدؓ نے بوقت شہادت اپنے ریشارے نبی ﷺ کے

پاکوں سے لگائے تھے۔ (تذکرۃ العلما، ص 106، بحوالہ ابوالعلاء)

۔ نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے

میں دل کی حسرت بھی آرزو ہے

□ ایسے واقعات کی روشنی میں غور فرمائیں، صحابہ کرام اپنے نبی ﷺ

کے بدن سے معمولی چھو جانے کو غلامِ آخری کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

اب حسینؓ کے بارے میں غور فرمائیں جن کے جسم واکثر

رسول ﷺ کے جسم سے ملتے رہتے تھے۔ ان کی سعادت و خوش

بخشی اور خوش نصیبی کو کوئی تکلیف نہ سکتا ہے؟ نہیں، نہیں ہرگز نہیں۔

حسین علیہ السلام منزل موعود پر

حدیث نمبر ۱۴

قَلَمًا أُحِيطَ بِحُسْنِ جَنْبِ قَيْلٍ قَالٍ: مَا اسْمُ هَذِهِ الْأَرْضِ؟
قَالُوا: نَحْنُ بِلَادُ قَلَانَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ حُوبٌ وَ مَلَاةٌ وَ
بَيْنِي وَبَيْنَهُ صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ الْأَرْضَ حُوبٌ وَ مَلَاةٌ
”شہادت سے قبل جب امام حسین علیہ السلام دشمن کے کرتے میں آئے تو
پوچھا یہ کسی زمین ہے؟ ساتھیوں نے بتایا یہ مقام کربا ہے۔ امام علیہ السلام
نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام نے کربا فرمایا ہے۔ یہ مصیبت
اور آزمائش کی جگہ ہے۔“

دوسری روایت میں فرمایا۔ رسول اللہ علیہ السلام نے کربا فرمایا۔

(مجمع الرواۃ ج ۳ ص 219 و قال رواہ الطبرانی باسنادہ و رجال
احد بائعات)

تشریح

اس حدیث کو ابتدائی چاروں احادیث کی روشنی میں مزید دیکھیں تو جو چیز گونیاں
شہادت میں حسین علیہ السلام پر کی گئی تھیں۔ انہی کے پیش نظر امام حسین علیہ السلام جانتے ہوئے فرما رہے
ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے کربا فرمایا تھا کہ میری شہادت گاہ ارض ”کربا“ ہے۔ اس یقین
کیساتھ پورے اطمینان قلب سے کربا میں شہادت پیش کر دی۔

□ اب علامہ ابن خلدون جیسے مورخین کی بات کہاں درست ٹھہری کہ امام حسین علیہ السلام
دینی لحاظ سے کامیاب ہیں اور دنیاوی لحاظ سے ناکام۔ ہمیں حیرت ہے ایسے مورخین پر جو
فطرت حق سے انکسار کرتے ہیں۔ معرکہ کربا میں کیا یہی اصول حقیقت اور حق ہوگا۔

ہاتل سے لیکر آج تک بلکہ نوح و ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام امام حسین علیہ السلام، امام ابوحنیفہ علیہ السلام،
امام مالک علیہ السلام، امام احمد بن حنبل علیہ السلام، امام شافعی علیہ السلام، امام ابن تیمیہ علیہ السلام، مجدد الف
ثانی علیہ السلام، شاہ اسماعیل شہید علیہ السلام، امام حسن ابن علی علیہ السلام، سید القلوب شہید علیہ السلام، سید المرسلین
مودودی علیہ السلام وغیرہم کیا یہ سارے حق پرست دنیاوی طور پر ناکام رہے؟ جیسے امام حسین علیہ السلام
کے بارے میں بڑے آرام سے کہہ دیا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

يَحْيَى النَّبِيُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَنَعْمَ الرَّجُلُ وَالنَّبِيُّ وَنَعْمَ الرَّجُلَانِ
وَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ (رواہ احمد، دسانوہج، حدیث 11496)

”قیامت کے روز ایک نبی آئے گا اس کے ساتھ ایک نبی اسحق ہوگا
اور دوسرا نبی آئے گا اس کے ساتھ دوسرا نبی اسحق ہوگا۔“

□ اب اس حدیث کی رو سے کوئی ابن خلدون ایسوں کو پوچھ سکتا ہے؟ کیا یہ خدا کے
نبی ہو کر دنیا سے ناکام گئے ہیں؟ جنہیں ایک ایک دو دروہی مل سکے۔ نَعْمَ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ!
سید مودودی علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے۔ حق بھی ناکام نہیں ہوتا۔ ناکام وہ
ہوتے ہیں جو حق کو قبول نہیں کرتے۔ ایسے مورخین کو ہماری طرف سے سات سلام۔ ہمیں تو
محدثین کرام پر ناز ہے جنہوں نے صحیح احادیث رسول اللہ علیہ السلام کی خاطر اپنی جانیں خطرے
میں ڈال کر، امت کو روشنی فراہم کی ہے۔ جیسے حفاظت قرآن کی ذمہ داری خود اللہ نے
اپنے سر لی ہے۔ ویسے ہی اپنے آخری پیغمبر رسول اللہ علیہ السلام کی احادیث بھی محفوظ کروادیں۔

محمد شین کرام علیہم السلام کا کردار

{1} کیا امام بخاری علیہ السلام کو مسلمانوں نے رد کر نہیں بھرایا۔ پریشان ہو
کر اللہ سے استغاثہ کرتے ہیں کہ مولانا یہ زمین اب میرے لئے ٹھک کر
دی گئی ہے۔ مجھے اپنے پاس بلائے۔ امام ترمذی علیہ السلام اپنے استاد امام

بخاری بیہوش کے غم میں روتے روتے جا بھاگوئے اور اسی صدمے سے وفات پا گئے۔

(2) امام نساہی بیہوش کے بارے میں مولانا صفی الرحمن مبارکپوری بیہوش کہتے ہیں۔ امام صاحب نے دمشق پہنچ کر ”الحصائص فی فضلی علیہ السلام“ تصنیف کی تو شامیوں نے آپ کو روند ڈالا، اور مار پیٹ کر مسجد سے باہر پھینک دیا۔ پھر کسی طرح حکم کر کے پہنچائے گئے۔ جہاں حدیث کا یہ روشن چراغ خنوں اور ضربوں کی تاب نہ لاکر اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ (شرح بلوغ المرام دوم ص 982)

بے مثال سخاوت حسین علیہ السلام

امام ابن ابی الدنیا علیہ السلام نے ذکر کیا۔

(3) بنو سہد بن کبر کے بزرگ کے پاس ان کا عمواد یہاں تعلق سے آیا۔ اس نے کہا۔ میرے بچا زاد سے قتل ہو گیا ہے۔ میں نے اس کے وارثوں سے کہا کہ آپ ہم سے خون بہالے لیں اور مقتول کے وارث مان گئے ہیں۔ میرے خاندان نے سارا بوجھ مجھ پر ڈال دیا ہے۔ میں یہاں قریش قبیلے سے تعاون کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ میرے لئے کھانا تیار کیا گیا صبح کھا کر ہم تکبیر قریش کے بہترین سردار کے پاس جا میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے فرزند ہیں۔ ہم حضرت حسین علیہ السلام کے گھر پہنچے، دو گھر پر تھے۔ ہم بلاط (بھلا) کے مقام پر ان سے جا ملے۔ ہم نے کہا: ہم تمہاری میں آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی آپ کے پاس آ دی ہیں۔ امام علیہ السلام نے دیکھا کہ کھڑے ہو گئے۔

پھر میں نے التجا کی، اے صاحبزادہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بچا زاد سے قتل ہو گیا۔ وارث خون بہا رہی ہو گئے ہیں۔ میں آپ کے قریش قبیلے سے مدد طلب کرنے آیا ہوں۔ میں نے سوچا۔ جہل آپ سے کروں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تم اس خدا کی جس

کے قبضے میں حسین کی جان ہے، میرے گھر میں ایک بھی دینار و درہم نہیں ہے۔ اس وجہ سے بازار جا کر گھر کا سودا بھی نہ لاسکا۔ بہر حال آپ مجھے طاقتور آدمی نظر آتے ہیں۔ میرے کھیت میں فصل کنائی کا وقت ہو چکا ہے۔ وہاں چلے جاؤ کارکنان کے ذریعے پوری فصل کٹوا کر اس سے نقد کال کر منڈی میں بیچ لو۔ اور ان کا خون بہاؤ کر دو۔ اس کے بعد آپ کو کسی سے سوال کرنے کی حاجت باقی نہ رہے گی۔ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں ایسے ہی کروں گا۔ امام علیہ السلام نے اسے کھیت کے گھرانے کے نام نقد لکھ کر مجھے حوا دیا۔ تجربہ تھا کہ فلاں بن فلاں آ رہا ہے۔ ساری فصل اسے کاٹ لینے دو۔ اسے روکنا نہیں کیونکہ یہ میں اسے عطیہ دے چکا ہوں۔ یہ آدمی گیا۔ فصل کٹوائی۔ پھر اسے فروخت کیا۔

میں (20000) ہزار درہم حاصل ہوئے۔ بارہ (12000) ہزار خون بہا کے ادا کئے۔ باقی آٹھ (8000) ہزار اس کے پاس بیچ رہے۔ (موسمہ ابن ابی الدنیا سوم ص 519)
(4) وقت طلی علیہ السلام کے بعد حضرت حسن علیہ السلام، باپ کی طرف سے سالانہ پچاس (50) غلام آزاد کرتے، حسن علیہ السلام کے بعد، حضرت حسین علیہ السلام بھی سالانہ پچاس غلام اپنے باپ طلی علیہ السلام کی طرف سے آزاد کرتے۔ (حوالہ مذکور ص 510)

امام حسین علیہ السلام کی عاجزی اور انکساری

امام ابن ابی الدنیا علیہ السلام یہ روایت بھی لائے ہیں۔
مَرَّ الْحُسَيْنُ ابْنُ عَلِيٍّ عَلَى مَسْجِدِي وَقَدْ سَقَطُوا رِجْسًا وَ
بَيْنَ أَيْدِيهِمْ حَسْرًا فَقَالُوا هَلُمَّ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ فَحَوِّنْ وَرَسْمَهُ
وَقَرَأَ: (أَنَّهُ لَيُحِبُّ الْمُتَكَبِّرِينَ) (السلح 23) فَاحْتَلَّ مَعَهُمْ
ثُمَّ قَالَ قَدْ أَجَبْتُمْكَ فَأَجِبْنَا لِي، فَقَالَ لِلرَّبَابِ بَغِي
الْمَوَاطِنَةِ أَخْرَجْنِي مَنَّا فَحَبَّتْ لَدُنَّ حَوِّنْ (حوالہ مذکور ص 558)
”امام حسین علیہ السلام ایک بار قیصروں کے پاس سے گزرے جو زمین پر

چادر بچا کر دینی سے نکلے کچھ کر بیٹھے تھے۔ امام حسینؑ کو آتے دیکھ کر سب تکلف بکارتے گئے۔ اے امام حسینؑ! آئیے کھانا کھائیں۔ امام صاحب نے اپنی سواری کو موزا اترے اور قرآن کریم کی آیت پڑھی۔ ”یَا شَکَّ الْاَلَدُ تَخْبِرُکَ رَنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ زمین پر بیٹھ کر ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ فارغ ہونے کے بعد فرمایا۔ میں نے تمہاری دعوت قبول کی۔ اب تم میری دعوت قبول کرو۔ جب وہ فقراء وقت مقرر پر گھر آئے تو امام صاحب نے اپنی بیوی سے کہا۔ رہا باب! جو بیکھوتے کھانے پینے کے لئے منع کیا ہے۔ وہ لے آؤ۔

امام حسینؑ کو یہ بہت حضور ﷺ سے ملتی تھی۔ ابن عباسؓ جانتے ہیں کہ تَحَنُّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَجْلِسُ عَلٰی الْاَرْضِ وَ یَتَخَلَّلُ عَلٰی الْاَرْضِ وَ یَتَعَقَّلُ الشَّاةَ وَ یُحِبُّ دَعْوَةَ الْمَسْلُوْکِ عَلٰی حَبْرٍ الشَّعْبِ (رواہ الطبرانی الکبیر جلد 12 ص 53، اسناد حسن)

”رسول ﷺ زمین پر بیٹھ جایا کرتے تھے، زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ بکری خود باندھ لیتے۔ غلام کی دعوت مان جو میں نے قبول کر لیتے تھے۔“

شیباعت حسین علیہ السلام

علامہ ذہبیؒ کہتے ہیں۔

عمر کی کوتاہی (تاسوعا) کو جب دشمن کا لشکر قریب آیا۔ امام حسینؑ نے اپنے بھائی عباس سے کہا۔ خدا را ان سے مل کر پوچھیں۔ کیا راہ ہے؟ انہوں نے کہا ہمارے پاس ہمارے امیر کا تحریری حکم نامہ آگیا ہے کہ آپ ہتھیار ڈال دیں۔ اور (Surrender) اطاعت قبول کر لیں۔ ورنہ ہم جنگ لڑیں گے۔ امام نے کہا۔ آج راک جا میں، ہم رات کو گور کر

لیتے ہیں۔ وہ چلے گئے۔ اسی عاشورا کی رات کو امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا۔ خطبہ یا اللہ کی حمد کی اور فرمایا۔ مجھے یقین ہے کہ کل دشمن آپ سے جنگ لڑیں گے۔ میں آپ سے کواہازت دیتا ہوں، میری طرف سے تم سب آزاد ہو۔ رات کا اندھیرا ہو گیا ہے۔ صاحب بہت لوگ میرے گھرانے کو بھی ساتھ لیں۔ محفوظ مقامات پر نکل جائیں۔

فَاِنتَهُمْ اَشْمَا یَغْلِبُوْکُمْ نَبِیْ فَاِذَا زَاوٰی لَھُوْا عَنْ عَلٰکُمْ
”بے شک دشمن صرف میرے خون کا پیاسا ہے۔ صبح جب وہ مجھے یہاں موجود پائیں گے تو آپ لوگوں کو بھول جائیں گے۔“
فَقَدْ اَحْلٰی نَبِیُّہٗ لَا اَبْقَانَا اللّٰہُ بَعْدَکَ وَاللّٰہُ لَا تَغَارِ فَلَکَ وَ فَاِنْ اَضْحَاہُ تَحْلِلُکَ

”امام کا اکل بیت نہ کیا۔ خدا ہمیں آپ کے بعد زندہ رکھے۔ اللہ کی قسم! ہم آپ سے جدا نہ ہوں گے۔ اس طرح آپ کے دگر ساتھیوں نے کہا۔“ (سیر اعلام النبلاء، ص 351)

تشریح

اہل بصیرت کہتے ہیں کہ امام نے دشمن سے ایک رات کی مہلت نہ مانگی تھی۔ بلکہ انہوں نے انہوں کو رات کے اندھیرے میں نکل جانے کا موقع فراہم کیا تھا اور دشمن کو ایک رات کی مہلت دے کر انہیں غور و خوض کا وقت فراہم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ سے آپ کے ساتھ بہتر (72) نفوس چلے گئے۔ مگر میدان کربلا میں شہید ہونے والے قریباً یکصد چالیس (140) تھے۔ رات کے اندھیرے میں دشمن کے لشکر سے آکر امام کے ساتھی بن کر شہید ہو گئے۔ انہیں نظر آگیا تھا کہ لشکر پیادہ ہاتھ پر ہے۔ اور امام عالی مقام ہیں؟ جیسا۔

اب جو بات امام حسینؑ کی طرف منسوب ہے کہ تین (3) شرکا پیش کی تھیں۔ امام ذہبیؒ نے اس کا ذکر بیان سے کوئی میل نہیں کھاتیں۔ وہ تاریخ کی بناوی شرانکھ ہیں۔ اور

یہ ایک عظیم حدیث ذہنی ہے۔ ان میں (3) شرائط کا ثبوت نہ مطلقاً درست ہے نہ مطلقاً صحیح ہے۔ ہماری اس کتاب کی ابتدائی صحیح احادیث ان شرائط کی تائید نہیں کرتی۔ نہ جلیل القدر نو اسرار رسول ﷺ سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ باطل کے سامنے سرنگوں ہو جائے۔ یہ نواسہ اس رسول ﷺ کا ہے جو یوم یوم کے دن میدان جنگ میں، جب مسلمان لشکر میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ برابر اپنے چچہ کو دشمن کی طرف بڑھا رہے تھے۔ اور آواز بلند کر رہے تھے۔

أَنَا الشَّيْخُ لَا يَكْذِبُ أَنَا أَمِيرُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

”میں خدا کا چچا ہی ہوں۔ میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔“

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 4317)

بہادر و فقیہ رسول ﷺ کا نواسہ بزدل نہیں ہو سکتا۔ اور بالخصوص جسے جنت کے جوانوں کا سردار ہونے کا خدائی نائل ملا ہو۔

گفتن نبوت کا کل سرسبز ہی باطل کو مطلوب تھا۔ Most Wanted Person یا اعزاز اور کوئی کیسے پاسکتا تھا۔

جس دن سے کوئی قتل میں گیا وہ شان سلامت رات ہی ہے
یہ جان تو آتی جانی ہے، اس جان کی کوئی بات نہیں

التجائے حسین رضی اللہ عنہ بخضر حق تعالیٰ

امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں، میدان کر بلا میں دس عزم کی جب صبح ہوئی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے رب کو پکارا:

”اے اللہ! ہر مصیبت میں تو ہی میرا سہارا ہے۔ ہر مشکل میں تجھی سے امید ہیں۔ آج جس جگہ میں کھڑا ہوں صرف تیرا آسرا ہے۔ ہر نعمت کا تو ہی عطا کرنے والا ہے۔ ہر بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔“

(سیر اعلام النبلاء، موم 301)

حافظ ابن نعیم اصفہانی رحمہ اللہ نے فطب الامم کے یہ منسلق کئے۔

اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: حضرات! اسارا معاملہ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ دنیا بدل چکی ہے۔ نیکی کی صف لپیٹ دی گئی ہے۔ دنیا میں معمولی نیکی روکی ہے، جیسے پانی کا گلاس خالی کر لیں تو پینے کے واسطے پانی روکا جاتا ہے۔ زندگی پر بادلوں چڑا گاہ کی طرح ہو گئی ہے۔ تم دیکھو حق پر عمل کرو کوئی نہیں، رہا، باطل رکھنے کا نام نہیں لیتا۔ ایسے حالات میں مومن تو اپنے رب سے ملاقات کو پسند کرے گا۔

وَلَقَدْ لَاحِظُنَا الْمُتَوَلَّى تَوَلَّى الْخِيفَةَ وَالْخِيفَةَ مَعَ الظَّالِمِينَ
إِلَّا جُؤْمًا

”میں تو اپنے لئے موت ہی کو سعادت اور خوش نصیبی سمجھتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ زبردستی ہو گئی جرم اور گناہ تصور کرتا ہوں۔“

(حلیۃ الاولیاء، موم 48)

تشریح

امام عالی مقام کے آخری دنوں جیل کے ان مقعد خروج کو واضح کر رہے ہیں۔ کہ جابرانہ و ظالمانہ نظام کے تحت مرد مومن سکون سے زندگی نہیں گزار سکتا۔ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ایرانی کو یزید بازورو کے جو امام بیٹے لگے۔ یا زبان سے برا کہے، شطبہ کے الفاظ پر غور کریں کہ نیکی کی بساط الٹ دی گئی ہے۔ حالانکہ اسلام دنیا میں عادلانہ نظام لگے کر آیا اور ظالمانہ نظام کا خاتمہ کیا۔ حضور ﷺ کے اور خلفاء راشدین کے قائم کردہ نظام عدل کو پھر بغیر و کسری کی طرز پر ڈال دیا گیا۔ جس کا مجرم کھلے کے لئے حضور ﷺ کے گھرانے کو آگے آ کر آیا۔ جو مصلحتوں سے بالاتر ہو کر مقعد نبوت کو اچا کر کرنے کے ذمہ دار تھے۔ اللہ قرآن میں حکم نکلا اور واضح حکم دیتا ہے۔

”وَإِنْ كَانَ ظَنُّهُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاُتْلُوا فَاُصْلِحُوا مِنْبَهُمَا فَإِنْ م

بَعَثَ إِحْدَهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الْيَبْيَ تَبَعِي حَتَّى تَقْبَلَ
إِلَى أَمْرِ اللَّهِ“
”اگر اہل ایمان میں سے دوسرے آپس میں لڑ جائیں تو ان کے
درمیان صلہ کرادے۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر
زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کی
حکم کی طرف پلٹ آئے۔“

اسے بڑے واضح حکم خداوندی کے ہوتے ہوئے۔ باقی گروہ سے لڑ کر اور راست
پر لانے کے بجائے بعض نے اس باقی گروہ کو مجتہد کے درجے پر بٹھا دیا۔ اور خود غیر جانبدار
ہو کے گوشہ نشین ہو گئے اور خاموش قماشائی بن بیٹھے۔ حالانکہ قرآن کی رو سے
غیر جانبداروں پر فرض بنتا تھا کہ جو خلافت راشدہ سے نکلے۔ اسے سیدھا کرتے اور
خلافت راشدہ کو ختم کرتے۔ قبیح مصلحتوں کا نیا زہر بعد میں اہل مدینہ نے واقعہ حروہ کی
صورت میں بھگن کر خانہ کعبہ کو جانے والوں کی بعد میں بھجوائی تین وقت پر اہل کوفہ جبر و علم
سے ڈر کر امام حسین علیہ السلام سے نظریں پھیر گئے اور شہادت حسین علیہ السلام کے بعد تو ان کی آنکھوں
کھلیں۔ اگر برائی کو ابتداء میں پکڑ لیتے تو مکہ مدینہ اور کوفہ کو یہ سرائیں نہ سہنا پڑتیں۔ اور
خلافت راشدہ سے ہمیشہ کیلئے امت مسلمہ محروم نہ ہو جاتی۔

یہ غیر جانبداری کی بنیاد آج تک مسلمانوں کو گمراہی پر ڈالے ہوئے ہے۔ جس
کی وجہ سے تمام مسلم ممالک کے اکثر حکمران غیبت اثنی عشر زانی و دیکارہ ظالم و جابرہ فاسق و
فاجر چھائے ہوئے ہیں۔ اور دعوتوں سے اسلام کیلئے بدنامی کا سبب بنے ہوئے ہیں۔

محمد شین کرام کا شان اہل بیت میں نذرانہ عقیدت
محمد شین کرام نے جو اپنی تالیف کردہ کتب حدیث میں، شان اہل بیت پر باب
باندھے ہیں ہم صرف انہی کو نقل کر دیتے ہیں۔

کتاب فضائل اصحاب اہل بیت علیہم السلام
1۔ امام بخاری رحمہ اللہ

بَابُ مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ الْقُرَشِيِّ الْهَاشِمِيِّ
أَبِي الْكَاسِمِ (باب 9) صحیح بخاری
بَابُ مَنَاقِبِ قُرَآئِمَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ مَنَاقِبِ
فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتُ النَّبِيِّ ﷺ (باب 12)
بَابُ مَنَاقِبِ الْحُسَيْنِ وَالْحُسَيْنِ (باب 22)
بَابُ مَنْ فَضَّلَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ (باب 4)
(صحیح مسلم)

باب فضائل الحسن والحسين (باب 8)
باب فضائل فاطمة بنت النبی علیہا الصلاۃ
والسلام (باب 15)

مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام (ابواب
المناقب، جامع الترمذی)

مناقب ابی محمد الحسن بن علی بن ابی
طالب علیہ السلام (ابواب المناقب، جامع الترمذی)
مناقب اہل بیت النبی علیہم السلام (ابواب المناقب،
جامع الترمذی)

[۱۶۸] - امام زبانی رحمۃ اللہ علیہ

سنن زبانی میں مستقل باب تو نہیں ہاں مگر موصوف نے منقش احادیث اہل بیت ذکر کی ہیں۔ خاصاً امیر المومنین علی رحمۃ اللہ علیہ بن ابی طالب مرتب کرنے پر شامیوں سے اتنی بارگھائی کہ وہی سب موت ہو گئی۔

[۱۶۹] - امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب المناقب میں قول علیہ السلام للحسن بن علی، ان ابی ہذا سید (المسند دوم للحمیدی) کان الحسن بن علی بشہ النبی رحمۃ اللہ علیہ مناقب الحسن باب فضائل علی بن ابی طالب ابی الحسن الیاضمی رحمۃ اللہ علیہ (شرح السنة 14 جلد)

[۱۷۰] - امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ

مناقب اہل الرسول رحمۃ اللہ علیہ مناقب ابی محمد الحسن و ابی عبداللہ الحسن ابنی علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ مناقب فاطمۃ الزہراء رحمۃ اللہ علیہ

[۱۷۱] - امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ

فاطمۃ اصغر بنات رسول اللہ رحمۃ اللہ علیہ آجہین رحمۃ اللہ علیہ إلیہ قدساتہا لعلت رسول اللہ رحمۃ اللہ علیہ فاطمہ، رسول اللہ کی سب سے چھوٹی بیٹی جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے پیاری تھی، حضور رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی محبت کی وجہ سے سب سے پہلے ان کا ذکر کرتے ہیں۔

الحسن بن علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ یکنی ابا عبداللہ (المعجم الکبیر جلد 22 ص 397)

[۱۷۲] - امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ

فضائل علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ (المصنف جلد 11 ص 136)

مآجاء فی الحسن والحسین رحمۃ اللہ علیہ (ایضاً ص 162)
مأذکر فی فضلی فاطمۃ رحمۃ اللہ علیہ (بنہ رسول اللہ (ایضاً ص 184)

[۱۷۳] - امام ابن مہبان رحمۃ اللہ علیہ

کتاب احبارہ رحمۃ اللہ علیہ عن مناقب الصحابة ذکر فاطمۃ الزہراء بنت المصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ و رحمۃ اللہ علیہ (صحیح ابن حبان جلد 15، ص 401)
ذکر الحسن والحسین سبطی رسول اللہ رحمۃ اللہ علیہ (ایضاً ص 409)

[۱۷۴] - امام عبدالرحمان الجانی رحمۃ اللہ علیہ ابواب مآجاء فی ذکر اولادہ رحمۃ اللہ علیہ و آل بیتہ الطاہرین و زوجاتہ امہات المومنین رحمۃ اللہ علیہ (الفصح الربانی شرح مسند احمد، جلد 22 ص 92)

[۱۷۵] - حنفیہ الحاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ ذکر بیان الواضح ان امیر المومنین علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ (المستدرک الحاکم جلد ۴ ص 1766)
من مناقب اہل رسول اللہ رحمۃ اللہ علیہ (ایضاً ص 1767)
ذکر مناقب فاطمۃ بنت رسول اللہ رحمۃ اللہ علیہ (ایضاً ص 1773)

و من مناقب الحسن والحسین ابن بنت رسول اللہ رحمۃ اللہ علیہ (ایضاً ص 1790)

۱۷۰۔ حافظہ مبارک

باب فی ذکر علی بن ابی طالب (المصنف جلد 11 ص 144)

باب ذکر الحسن علیہ السلام (ایضاً ص 204)

باب فی فضل اهل بیت علیہم السلام (مجمع ثروته ص 182)

باب ماجاء فی الحسن بن علی علیہ السلام (ایضاً ص 199)

باب مناقب الحسن بن علی علیہ السلام (ایضاً ص 215)

۱۷۱۔ علامہ ابن جوزی

مسند الحسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (جامع المسانید دوم ص 103) مسند الحسن بن علی

بن ابی طالب علیہ السلام (ایضاً ص 104) مسند علی علیہ السلام

بن ابی طالب (ایضاً ششم، 123) مسند فاطمة

بنت رسول اللہ علیہا السلام (ایضاً ہشتم ص 324)

۱۷۲۔ علامہ ابن حجر عسقلانی

علی علیہ السلام بن ابی طالب الهاشمی (الاصابة فی تمییز الصحابة چہارم ص 464)

فاطمة الزہراء علیہا السلام بنت امام المتقین رسول اللہ علیہ السلام

الہاشمیة (ایضاً ہشتم ص 262)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب الهاشمی

سبط رسول اللہ و زین العابدین امیر المومنین ابو

محمد (ایضاً دوم ص 60)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب الهاشمی ابو عبد اللہ

سبط رسول اللہ علیہ السلام و زین العابدین (ایضاً ص 67)

۱۷۳۔ علامہ ابن عساکر

علی علیہ السلام بن ابی طالب الهاشمی (الاستیعاب فی معرفة الاصحاب سوم ص 197)

فاطمة بنت رسول اللہ علیہا السلام (ایضاً چہارم ص 447)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب الهاشمی

(ایضاً اول ص 436)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب (ایضاً ص 442)

۱۷۴۔ ابن خلدون

فی ذکر محبة اصحابہ علیہم السلام و اللہ و قرابته و اهل بیتہ و ذریئہ (المواہب اللدنیة بالمنح المحمدیہ دوم ص 527)

۱۷۵۔ امام شافعی

علی اور حسین علیہ السلام حق ہے۔ (نیل الاوطار دوم ص 1580) فقال اهل البی

سيرة ابي الحسين علي بن ابي طالب (سیر اعلام النبلاء، سيرة الخلفاء ص 223)

فاطمة بنت رسول اللہ علیہا السلام (ایضاً دوم ص 118)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب (ایضاً سوم ص 245)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب (ایضاً سوم ص 245)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب (ایضاً سوم ص 245)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب (ایضاً سوم ص 245)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب (ایضاً سوم ص 245)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب (ایضاً سوم ص 245)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب (ایضاً سوم ص 245)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب (ایضاً سوم ص 245)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب (ایضاً سوم ص 245)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب (ایضاً سوم ص 245)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب (ایضاً سوم ص 245)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب (ایضاً سوم ص 245)

الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب (ایضاً سوم ص 245)

□ علی بذالقیاس تمام محدثین نے "باب فی فضائل اہل بیت" پر ہاتھ لایا ہے، یا ان کے بارے میں احادیث مختلف اور متعدد مقامات پر درج کر دیں۔

طوبیٰ ریسرچ لائبریری
اسلامی اردو، انگلش کتب،
تاریخی، سفرنامے، لغات،
اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com